شهر رمضان الذي انزل فيه القرآن

رمضان المبارک

فضائل، فوائد و ثمرات،
احکام و مسائل اور کرنے والے کام

حافظ صلاح الدین یوسف

دار السلام
DARUSSALAM

رمضان المبارک

فضائل، فوائد و ثمرات

احکام و مسائل اور کرنے والے کام

ح مكتبة دار السلام، ١٤٢٤هـ
فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
يوسف، حافظ صلاح الدين
رمضان المبارك فضائل و فوائد و ثمرات (اردو) / حافظ صلاح الدين يوسف - الرياض: ١٤٢٤ هـ
ص: ٨٠ مقاس: ١٤×٢١ سم
ردمك: ٥-٠٩-٨٩٧-٩٩٦٠
١- الصوم أ. العنوان
ديوي: ٢٥٢.٣ ١٤٢٤/٤١١٣
رقم الإيداع: ١٤٢٤/٤١١٣
ردمك: ٥-٠٩-٨٩٧-٩٩٦٠

سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب فون: 00966 1 4043432-4033962
فیکس: 4021659 E-mail: darussalam@awalnet.net.sa
Website: www.dar-us-salam.com

❶ طریق مکہ۔ العلیا۔ الریاض فون: 00966 1 4614483 فیکس: 4644945
❷ شارع الاربعین۔ الملز۔ الریاض فون: 4735220 فیکس: 4735221
❸ جدّہ فون: 00966 2 6879254 فیکس: 6336270
❹ الخبر فون: 00966 3 8692900 فیکس: 8691551

شارجہ فون: 00971 6 5632623
فیکس: 5632624

لندن فون: 0044 208 5202666
فیکس: 208 5217645

امریکہ ❶ ہوسٹن فون: 001 713 7220419
فیکس: 7220431
❷ نیویارک فون: 001 718 6255925
فیکس: 6251511

پاکستان (ہیڈ آفس و مرکزی شوروم)

❶ 36 - لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور
فون: 0092 42 7240024-7232400-7111023-7110081 فیکس: 7354072
Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com
❷ غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

کراچی شوروم Z-110,111 (D.C.H.S) مین طارق روڈ (بالمقابل فری پورٹ شاپنگ مال) کراچی
فون: 0092-21-4393936 فیکس: 4393937
Email: darussalamkhi@darussalampk.com

اسلام آباد شوروم F-8 مرکز، اسلام آباد فون: 051-2500237

شهر رمضان الذي انزل فيه القرآن

رمضان المبارک

فضائل، فوائد و ثمرات،
احکام و مسائل اور کرنے والے کام

دار السلام
DARUSSALAM

حافظ صلاح الدین یوسف

باب اول

روزے کے فضائل اور فوائد وثمرات

باب دوم

روزے کے احکام ومسائل

باب سوم

رمضان المبارک میں کرنے والے کام

عرضِ ناشر

تزکیۂ نفس اور تسویۂ باطن تمام مذاہب و ادیان کا مقصد و مدعا رہا ہے۔ اسلام نے ایک مکمل ضابطۂ حیات ہونے کے باعث اس مقصد کے لیے اذکار و عبادات کا ایک مکمل اور اعلیٰ وارفع نظام پیش کیا ہے۔ یوں تو تمام اسلامی عبادات خالق و مخلوق کے درمیان ایک مستحکم اور پائیدار رابطہ قائم کرتی ہیں مگر ان میں جو مقام و فضیلت رمضان المبارک کے حوالے سے روزے کو حاصل ہے۔ وہ ایک خصوصی تذکرے کے لائق ہے۔ قرآن مجید میں روزے کو حصول تقویٰ کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ یہ وہ عبادت ہے جو اس مقصد کے لیے سابقہ انبیاء علیہم السلام کے زمانۂ نبوت میں بھی فرض کی گئی تھی۔ انسان میں خلقت و جبلت کے لحاظ سے اور مزاج اور سرشت کے اعتبار سے کچھ باتیں ایسی ہیں جو جانوروں اور بہائم سے مشابہ ہیں۔ ان جسمانی کدورتوں' مزاج کی کثافتوں اور بہائم کی جبلتوں کو ایک ملکوتی اور اعلیٰ اخلاقی قوت میں تبدیل کرنے کے لیے دین و شریعت نے عبادات کا ایک مستقل نظام وضع کیا ہے۔ ان اعلیٰ مقاصد اور برتر غایات کی تکمیل کے لیے روزے کی عبادت اپنا ایک مخصوص اثر اور عظیم تاثیر رکھتی ہے۔

ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ فصلوں اور میووں کے خاص موسم ہوتے ہیں' جن میں وہ بار آور ہوتے ہیں۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے نزولِ قرآن کے آغاز کے لیے رمضان المبارک کے مہینے کو منتخب فرمایا' کیونکہ آسمانی صحائف کو اس مہینے کے ساتھ ایک گہری مناسبت ہے۔ قرآن مجید کے کتابِ الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ مگر اس کی حکمت و موعظت سے صرف اہلِ تقویٰ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ یہ تقویٰ و طہارت کی خوبی اور صلاحیت انسان میں کیسے پیدا ہو؟ اس مقصد کے لیے عبادات کا ایک ایسا نظام وضع کیا گیا اور اُمت کو عطا کیا گیا کہ جس سے بہتر شکل اور ممکن نہیں ہو سکتی۔ یہ تمام تر عبادات نماز' زکوٰۃ' حج اور جہاد روحِ تقویٰ کو بیدار کرتی ہیں مگر روزہ

اس بیداری کو اس درجے اور مرتبے تک پہنچا دیتا ہے کہ جو وحی الٰہی کے احکام کو سمجھنے اور پھر ان کی روشنی میں اپنی طبیعت کو ڈھالنے اور بالآخر پوری کائنات کو اس فضا میں رنگنے کا داعیہ پیدا کرتا ہے۔

رمضان اور قرآن میں ایک گہری لغوی مناسبت ہے۔﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ کے الفاظ میں یہ تعارف کرایا گیا ہے کہ اس مہینے میں قرآن مجید کو نازل کیا گیا ہے۔ 2ھ میں رمضان کی فرضیت کے حوالے سے قرآن مجید نے روزے کے مقصود کو یوں بیان فرمایا ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾﴾

اے ایمان والو! تم پر (رمضان المبارک) کے روزے رکھنا فرض کیے گئے ہیں' جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر (بھی) فرض کیے گئے تھے' تاکہ تم تقویٰ شعار بن جاؤ۔"[1]

ایمان کا حقیقی جوہر تقویٰ میں پوشیدہ ہے۔ ایمانی حلاوت کا اندازہ اس جوہر کے حصول کے بغیر ممکن نہیں۔ ایمانی زندگی کے سارے کمالات اور اخلاقی فضائل اس جوہر تقویٰ کے حصول کے بغیر ممکن نہیں ہیں۔ قرآن مجید میں جس قدر احکامات موجود ہیں' ان سب کا مقصود یہی ہے کہ انسان میں ایمانی' روحانی اور اخلاقی سطح پر وہ ذہنی انقلاب پیدا ہو جائے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی کے لیے ناگزیر ہے۔ اس کتاب مبین میں اہل تقویٰ کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں نیز نفس کی تربیت کا ایک مکمل ضابطہ بیان کیا گیا ہے۔ تزکیۂ نفوس پیغمبرانہ مشن اور دعوت کا بنیادی فریضہ ہے۔ نفسِ امارہ کو نفس مطمئنہ کے درجے تک کیسے پہنچایا جائے' اس مقصد کے لیے مسنون زندگی کا ایک مکمل نقشہ رسول اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں موجود ہے۔ آپ نے عبادات کے جملہ ارکان و مناسک کو صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس طریق پر سکھایا کہ وہ سب اللہ

---

[1] البقرۃ: 183/2

تعالیٰ کے ایسے پسندیدہ بندے بن گئے کہ وہ اپنے رب رحمٰن سے راضی ہو گئے اور ان سب کا مالک وخالق ان سے خوش ہو گیا۔

رسولِ اکرم ﷺ نے عبادات کا جو نقشہ اور طریق پیش کیا اس کا ایک پہلو سیرتِ طیبہ کے حوالے سے ہمارے سامنے رہنا چاہیے۔ آپ نے جن عبادات کو فرضیت کے درجے میں پیش کیا' ان کا ایک طریقہ بھی سکھایا اور سب سے پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھایا۔ شرعی زندگی میں اس طریق عبادت سے انحراف یا اس میں تبدیلی کا کوئی تصور یا گنجائش نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر نوع کی عبادت کی قبولیت کی بنیاد اس عمل کی مسنون ادائیگی میں ہے۔ جہاں تک روزے کی مخصوص عبادات کا تعلق ہے۔ عامۃ المسلمین کو تو صرف رمضان المبارک کے مہینے کے روزوں کا پابند بنایا مگر آپ خود ان فرضی روزوں کے علاوہ کثرت سے نفلی روزے بھی رکھتے تھے اور اس کا ایک خاص انداز آپ کی حیاتِ طیبہ میں دکھائی دیتا ہے۔ ہر ہفتے میں سوموار اور جمعرات کو آپ روزہ رکھتے' ہر قمری مہینے میں ایام بیض یعنی ۱۳۔۱۴۔۱۵ کی تاریخوں میں بھی روزے رکھتے' رمضان کے روزوں کے تشکر اور تسلسل میں شوال میں بھی چھ روزے رکھتے' رمضان المبارک سے پہلے شعبان کے زیادہ دن روزوں کی کیفیت میں رہتے' جس روز گھر میں سامان خورد ونوش بالکل موجود نہیں ہوتا تھا تو اس دن آپ روزہ رکھ لیتے' دس محرم کو عاشورہ کے دن روزہ رکھتے مگر زندگی کے آخری رمضان میں فرمایا کہ آئندہ سال اللہ نے زندگی دی تو نویں محرم کو بھی روزہ رکھوں گا تا کہ صرف دس محرم کو روزہ رکھنے سے یہود کے ساتھ مشابہت پیدا نہ ہو۔ روزے کے سلسلے میں آپ کی اس رغبت اور اہتمام سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو یہ عبادت کس درجہ مرغوب اور محبوب تھی۔

قرآن مجید میں روزے کی فرضیت اور اس کے مختصر احکام بیان کیے گئے ہیں مگر اس عبادت کا مکمل نقشہ احادیث کی کتابوں میں پوری جامعیت کے ساتھ موجود ہے۔ جہاں تک اس عبادت کے فضائل و برکات کا تعلق ہے اس پر درجنوں صحیح احادیث پیش کی جاتی ہیں مگر میرے نزدیک آپ کا یہ فرمان کہ جس شخص نے رمضان کے روزے ایمان اور احتساب کے ساتھ رکھے' اس

کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں' ایک عظیم خوشخبری اور بشارت ہے' جس سے محرومی کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن یہاں ایک بات پر خصوصی توجہ رہنی چاہیے کہ اتنے بڑے انعام کا استحقاق صرف اس وقت حاصل ہوتا ہے کہ جب ان روزوں کو مسنون طریق پر ادا کیا جائے اور ایمان و احتساب کی شرائط کو پورا کیا جائے' یہ سب کچھ کیسے جانا جا سکتا ہے' اسی مقصد کے لیے فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف ﷾ نے ''رمضان المبارک' فضائل' فوائد و ثمرات' احکام و مسائل اور کرنے والے کام'' کے عنوان سے ایک مختصر مگر جامع کتاب لکھی ہے۔

مصنف مذکور کو اللہ تعالیٰ نے دین و شریعت کے علم کا پختہ رسوخ عطا فرمایا ہے۔ ایک مصنف کی حیثیت سے ان کے قلم میں یہ خوبی ہے کہ وہ ہر موضوع کو جہاں کتاب و سنت کے استدلال سے مزین کرتے ہیں' وہاں اس کی پیش کش میں ایک ایسا اسلوب اختیار کرتے ہیں جس میں سلاست' روانی' شگفتگی' وضاحت اور تحریر و انشاء کے تمام اوصاف موجود ہوتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس مختصر کتاب کے مطالعے سے ہم رمضان المبارک کا شایانِ شان استقبال کر سکتے ہیں۔ اور اس مقدس مہینے کو کیسے گزارا جائے' اس کے تمام پہلوؤں پر شرعی اور مسنون احکامات کو جان سکتے ہیں۔ اس کتاب میں جہاں روزے کے احکام و مسائل کو واضح کیا گیا ہے وہاں قیام اللیل (تراویح)' لیلۃ القدر' اعتکاف اور صدقۃ الفطر کے حوالے سے بھی کافی اور شافی مواد پیش کیا گیا ہے۔ دارالسلام نے اس کتاب کو طباعتی حسن کے ساتھ پیش کر کے باذوق قارئین کے لیے رمضان کی اس خصوصی سوغات کو پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے عامۃ المسلمین کے لیے مفید اور نافع بنائے۔ آمین یارب العالمین

خادم کتاب و سنت

عبدالمالک مجاہد

مدیر: دارالسلام' لاہور۔ الریاض

ستمبر 2005ء شعبان المعظم 1426ھ

باب اوّل

شهر رمضان الذی انزل فیہ القرآن
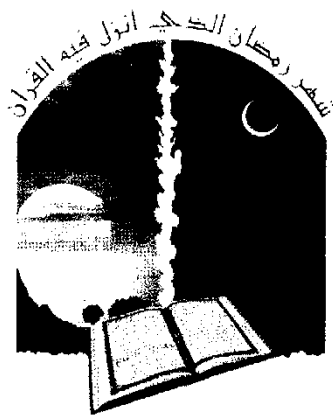
روزے کے فضائل اور فوائد وثمرات

روزوں کی فضیلت

احادیث صحیحہ کی روشنی میں

رمضان المبارک کا مہینہ بڑی فضیلت واہمیت کا حامل ہے اس کی فضیلت متعدد حیثیتوں سے ثابت ہے مثلاً۔

① رمضان کے روزے رکھنا' اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے۔

② اسی مہینے میں قرآن مجید کا نزول ہوا: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ﴾[1] جس کا ایک مطلب تو بعض علماء اور مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ سب سے پہلی وحی جو غار حراء میں بصورت (اِقْرأ) جبریل امین لے کر آئے' وہ رمضان المبارک کا واقعہ ہے۔ اور دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید پورا کا پورا لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتار دیا گیا' اور لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہوتی ہے۔

③ اسی ماہ مبارک میں لیلۃ القدر ہوتی ہے' جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾[2] ''شب قدر' ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔'' ہزار مہینے کے 83 سال 4 مہینے بنتے ہیں عام طور پر انسانوں کی عمریں بھی اس سے کم ہوتی ہیں۔ لیکن اس امت پر اللہ تعالیٰ کی یہ کتنی مہربانی ہے کہ وہ سال میں ایک مرتبہ اسے لیلۃ القدر سے نواز دیتا ہے' جس میں وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے 83 سال کی عبادت سے بھی زیادہ اجر وثواب حاصل کر سکتا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

«أَنَّهُ سَمِعَ مَنْ يَّثِقُ بِهِ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يَقُوْلُ : إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ

---

① البقرہ: 185/2

② سورۃ القدر: 3/97

ﷺ أُرِیَ أَعْمَارَ النَّاسِ قَبْلَهُ، أَوْ مَا شَاءَ اللهُ مِنْ ذٰلِكَ، فَكَأَنَّهُ تَقَاصَرَ أَعْمَارَ أُمَّتِهِ أَنْ لاَّ يَبْلُغُوا مِنَ الْعَمَلِ مِثْلَ الَّذِیْ بَلَغَ غَيْرُهُمْ فِیْ طُولِ الْعُمُرِ، فَأَعْطَاهُ اللهُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ»

''انھوں نے بعض معتمد علماء سے یہ بات سنی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو آپ سے پہلے لوگوں کی عمریں دکھلائی گئیں' تو آپ کو ایسا محسوس ہوا کہ آپ کی امت کی عمریں ان سے کم ہیں اور اس وجہ سے وہ ان لوگوں سے عمل میں پیچھے رہ جائے گی' جن کو لمبی عمریں دی گئیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے (اس کا ازالہ اس طرح فرما دیا کہ) امت محمدیہ کے لیے لیلۃ القدر عطا فرما دی جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔''[1]

④ اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے ہیں اور روزہ رکھنا بھی نماز' زکوٰۃ اور حج وعمرہ کی طرح ایک نہایت اہم عبادت ہے۔ اور روزے کی فضیلت متعدد احادیث سے ثابت ہے۔ مثلاً ایک حدیث میں فرمایا:

«إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ»

''جب رمضان آتا ہے تو آسمان (اور ایک روایت میں ہے جنت) کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور (بڑے بڑے) شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔''[2]

«اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ يَسْتَجِنُّ بِهَا الْعَبْدُ مِنَ النَّارِ»

---

① موطا إمام مالك، الاعتكاف، باب ما جاء في ليلة القدر: 321/1 ، طبع مصر

② صحيح البخاري، الصوم، باب هل يقال رمضان، أوشهر رمضان ...... الخ : حديث : 1898-1899 وصحيح مسلم، الصيام، باب فضل شهر رمضان ، حديث : 1079

”روزہ ایک ڈھال ہے جس کے ذریعے سے بندہ جہنم کی آگ سے بچتا ہے۔“[1]

ایک دوسری روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

«اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ مِّنْ عَذَابِ اللهِ»

”روزہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے (بچاؤ کی) ڈھال ہے۔“[2]

ایک حدیث میں نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيْلِ اللهِ بَعَّدَ اللهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا»

”جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک دن روزہ رکھا‘ تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو جہنم سے ستر سال (کی مسافت کے قریب) دور کر دیتا ہے۔“[3]

نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ: الرَّيَّانُ، يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُوْنَ، يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لاَ يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، يُقَالُ: أَيْنَ الصَّائِمُوْنَ؟ فَيَقُوْمُوْنَ، لاَ يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، فَإِذَا دَخَلُوْا أُغْلِقَ، فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ»

”جنت کے (آٹھ دروازوں میں سے) ایک دروازے کا نام ”رَیَّان“ ہے‘ جس سے قیامت کے دن صرف روزے دار داخل ہوں گے‘ ان کے علاوہ اس دروازے سے کوئی داخل نہیں ہوگا‘ کہا جائے گا‘ روزے دار کہاں ہیں؟ تو وہ کھڑے ہو جائیں گے اور (جنت میں داخل ہوں گے) ان کے علاوہ کوئی اس دروازے سے داخل نہیں ہوگا۔ جب وہ داخل

---

[1] صحيح الجامع، حديث: 3867

[2] صحيح الجامع، حديث: 3866

[3] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب فضل الصوم في سبيل الله ، حديث : 2840 و صحيح مسلم، الصيام، باب فضل الصيام في سبيل الله …… حديث : 1153

ہو جائیں گے' تو وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا اور کوئی اس سے داخل نہیں ہوگا۔"[1]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«اَلصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَقُوْلُ الصِّيَامُ: أَيْ رَبِّ إِنِّيْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ، يَقُوْلُ الْقُرْآنُ، مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ، فَيُشَفَّعَانِ»

"روزہ اور قرآن قیامت کے دن بندے کی سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا' اے میرے رب! میں نے اس بندے کو دن کے وقت کھانے (پینے) سے اور جنسی خواہش پوری کرنے سے روک دیا تھا' پس تو اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔ قرآن کہے گا' میں نے اس کو رات کے وقت سونے سے روک دیا تھا' پس تو اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔ چنانچہ ان دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔"[2]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَجَارِهِ، تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ»

"آدمی کی آزمائش ہوتی ہے اس کے بال بچوں کے بارے میں' اس کے مال میں اور اس کے پڑوسی کے سلسلے میں۔ ان آزمائشوں کا کفارہ نماز' روزہ اور صدقہ ہیں۔"[3]

آزمائش کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ مذکورہ چیزوں کے ذریعے سے انسانوں کو آزماتا اور ان کا

---

① صحيح البخاري، الصوم، باب الريان للصائمين، حديث: 1896 و كتاب بدء الخلق، حديث: 3257 و صحيح مسلم، باب فضل الصيام، حديث: 1152

② صحيح الجامع، بحواله مسند أحمد و طبراني كبير و مستدرك حاكم و شعب الايمان، حديث: 3882، 720/2

③ صحيح البخاري، الصوم، باب الصوم كفارة، حديث: 1895 و صحيح مسلم، الإيمان، باب رفع الأمانة والإيمان من بعض القلوب ...... الخ، حديث: 144

امتحان لیتا ہے۔ اولاد کی آزمائش یہ ہے کہ انسان ان کی فرطِ محبت کی وجہ سے غلط رویہ یا بخل یا خیر سے اجتناب تو اختیار نہیں کرتا' یا ان کی تعلیم و تربیت میں کوتاہی تو نہیں کرتا۔ مال کی آزمائش یہ ہے کہ انسان اس کے کمانے میں ناجائز طریقہ تو اختیار نہیں کرتا' اسی طرح اسے خرچ کرنے میں اسراف سے یا بخل سے تو کام نہیں لیتا۔ پڑوسی کی آزمائش یہ ہے کہ انسان اس کے آرام وراحت کا خیال رکھتا ہے یا نہیں' اس کے دکھ درد میں اس کا معاون اور دست و بازو بنتا ہے یا نہیں۔

ان ذمے داریوں کی ادائیگی میں جو کوتاہیاں انسان سے ہو جاتی ہیں۔ نماز' روزہ اور صدقہ و خیرات ان کا کفارہ بن جاتے ہیں اور کوتاہیوں کا ازالہ ہو جاتا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾[1] ''نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔'' اس حدیث و آیت سے معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کو نماز' روزہ اور صدقہ و خیرات اور دیگر نیکیوں کا اہتمام کرتے رہنا چاہیے' تاکہ یہ نیکیاں اس کی کوتاہیوں اور گناہوں کا کفارہ بنتی رہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا ، إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ»

''روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہیں جن سے وہ خوش ہوتا ہے۔ ایک جب وہ روزہ کھولتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور (دوسری خوشی) جب وہ اپنے رب سے ملے گا تو اپنے روزے کی وجہ سے خوش ہوگا۔''[2]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَخَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ»

---

[1] سورہ ھود: 114

[2] صحيح البخاري، الصوم، باب هل يقول إني صائم إذا شتم ، حديث : 1904 و صحيح مسلم، الصيام، باب فضل الصيام، حديث : 1151

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے' روزے دار کے منہ کی بدلی ہوئی بو اللہ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔''[1]

خُلُفَه یا خَلُوف' اس بو کو کہتے ہیں جو معدے کے خالی ہونے پر روزے دار کے منہ سے نکلتی ہے۔ یہ بو عام حالات سے مختلف اور بدلی ہوئی ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حدیث قدسی بیان فرمائی' جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

«اَلصِّيَامُ لِيْ وَأَنَا أَجْزِيْ بِهِ»

''روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔''[2]

یعنی دیگر نیکیوں کے لیے تو اللہ تعالیٰ نے یہ ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ ﴿اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا﴾ نیکی کا صلہ کم از کم دس گنا اور زیادہ سے زیادہ سات سو گنا تک ملے گا۔ لیکن روزے کو اللہ تعالیٰ نے اس عام ضابطے اور کلیے سے مستثنیٰ فرما دیا اور یہ فرمایا کہ قیامت والے دن اس کی وہ ایسی خصوصی جزاء عطا فرمائے گا' جس کا علم صرف اسی کو ہے اور وہ عام ضابطوں سے ہٹ کر خصوصی نوعیت کی ہوگی۔

یہ تمام احادیث' جو بیان ہوئیں' روزوں کی فضیلت میں عام ہیں' یعنی ہر قسم کے روزے ان کے ضمن میں آجاتے ہیں' چاہے وہ رمضان کے فرضی روزے ہوں یا رمضان کے علاوہ دیگر نفلی روزے۔ مذکورہ فضیلتیں ہر قسم کے روزے دار کے لیے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کے خاص بندے صرف رمضان ہی کے فرضی روزے نہیں رکھتے' بلکہ وہ نبی اکرم ﷺ کی اقتدا میں ہر وقت نفلی روزوں کا بھی اہتمام کرتے ہیں' جیسا کہ نبی ﷺ کا معمول مبارک تھا۔ آپ کا معمول تھا کہ آپ ہر سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھتے۔ ہر مہینے کے ایام بیض (13، 14 اور 15 تاریخ) کا روزہ

---

[1] صحيح البخاری، الصوم، باب هل يقول: إنی صائم إذا شتم، ح: 1904 وصحيح مسلم، الصيام، باب فضل الصيام، ح: 1151

[2] صحيح البخاری، الصوم، باب فضل الصوم، ح: 1894 وصحيح مسلم، الصيام، باب فضل الصيام، حديث : 1151

رکھتے' ماہ شعبان کے ایام اکثر روزوں کے ساتھ گزارتے' علاوہ ازیں جب کبھی گھر میں کچھ کھانے کو نہ ہوتا' تو اس دن بھی آپ روزہ رکھ لیتے' عاشورے (10 محرم) کے دن روزہ رکھتے' بلکہ زندگی کے آخری سال آپ نے فرمایا کہ میں آئندہ سال زندہ رہا تو نویں محرم کا روزہ بھی رکھوں گا' تاکہ محض دسویں محرم کا روزہ رکھنے سے یہودیوں سے مشابہت نہ ہو۔ اس طرح نبیٔ کریم ﷺ رمضان کے علاوہ وقتاً فوقتاً نفلی روزوں کا اہتمام فرماتے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ بعض دفعہ صوم وصال بھی رکھ لیتے' یعنی بغیر کچھ کھائے پیئے مسلسل روزے رکھتے۔ جس سے آپ نے اپنی امت کو منع فرمایا۔

رمضان کے روزوں کی خصوصی فضیلت:

رسول اللہ ﷺ کا اور آپ کے اتباع میں صالحین واتقیا کا کثرت سے نفلی روزے رکھنے کا یہ معمول اور عادت مبارکہ اسی لیے تھی کہ وہ روزوں کی وہ فضیلتیں حاصل کرنے کا شوق اور جذبہ رکھتے تھے جو پچھلے صفحات میں گزریں۔ جب نفلی روزوں کی فضیلتیں ہیں' تو رمضان کے روزوں کا جو اجر وصلہ ملنا ہے' اس کا تو اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا' جو کہ فرض ہیں۔ اسی لیے نبیٔ اکرم ﷺ نے رمضان کے روزوں کی بابت فرمایا۔

«مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»

''جس نے رمضان کے روزے رکھے' ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (یعنی دکھلاوے اور ریاکاری کے لیے نہیں) تو اس کے گزشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔''[1]

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ ، وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ ، وَرَمَضَانُ إِلٰى

[1] صحيح البخاري، الصوم، باب من صام رمضان إيمانا واحتسابا ونية، ح: 1901 و صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب الترغيب في قيام رمضان وهو التراويح، ح: 760

رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ، إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ»

''پانچوں نمازیں' جمعہ دوسرے جمعے تک اور رمضان دوسرے رمضان تک' ان گناہوں کا کفارہ ہیں جو ان کے درمیان ہوں' بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔''[1]

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ، كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ»

''جس نے رمضان کے (فرضی) روزے رکھے اور اس کے بعد شوال میں چھ (نفلی) روزے رکھے' وہ شخص ایسے ہے جیسے وہ ہمیشہ روزے رکھنے والا ہے۔''[2]

اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے روزے اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا کے تحت تین سو (300) اور چھ روزے ساٹھ روزوں کے برابر شمار ہوں گے اور قمری سال کے تین سو ساٹھ (360) دن ہی ہوتے ہیں۔ یوں گویا ایک مسلمان صائم الدھر (ہمیشہ روزہ رکھنے والا) شمار ہو گا۔ اس اعتبار سے شوال کے یہ چھ روزے' جن کو شش عیدی کہا جاتا ہے' نفلی ہونے کے باوجود نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔ ہر مسلمان کو رمضان المبارک کے روزوں کے ساتھ یہ چھ روزے بھی رکھ لینے چاہئیں' تاکہ وہ عنداللہ صائم الدھر شمار ہو۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِيْنُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ، وَيُنَادِيْ مُنَادٍ: يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ! أَقْبِلْ، وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ! أَقْصِرْ، وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ

---

[1] صحيح مسلم، الطهارة، باب الصلوات الخمس والجمعة إلى الجمعة...... الخ، ح: 233

[2] صحيح مسلم، الصيام، باب استحباب صوم ستة أيام من شوال...... الخ، ح: 1164

وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ»

''جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنوں کو جکڑ دیا جاتا ہے' جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں' ان میں سے کوئی دروازہ کھلا نہیں رہنے دیا جاتا۔ اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں' اور ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں رہنے دیا جاتا۔ اور ایک پکارنے والا پکار کر کہتا ہے۔ اے نیکیوں کے طالب! خوب پیش قدمی کر اور اے برائیوں کے طالب! باز آ جا۔ اور اللہ کے لیے جہنم سے آزاد کردہ لوگ ہوتے ہیں اور ہر رات کو ایسا ہوتا ہے۔ (رمضان کی ہر رات کو اللہ جہنم سے لوگوں کو آزاد فرماتا ہے۔'')[1]

اس روایت میں کچھ ضعف ہے' بقول البانی جو درج ذیل حدیث سے دور ہو جاتا ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَتَاكُمْ رَمَضَانُ، شَهْرٌ مُّبَارَكٌ، فَرَضَ اللهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ، تُفْتَحُ فِيْهِ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَتُغْلَقُ فِيْهِ أَبْوَابُ الْجَحِيْمِ وَتُغَلُّ فِيْهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِيْنِ، لِلّٰهِ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ، مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ»

''تمھارے پاس رمضان آیا ہے' یہ برکتوں والا مہینہ ہے' اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض کیے ہیں' اس میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور سرکش شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے' اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس میں ایک رات ہوتی ہے جو ہزار مہینے سے بہتر ہے' جو اس کی بھلائی سے

---

[1] جامع الترمذی، الصوم، باب ما جاء فی فضل شهر رمضان، ح: 682 وسنن ابن ماجه، الصيام، باب ماجاء فی فضل شهر رمضان، ح: 1642 وقال الترمذی، هذا حديث غريب، وقال الألبانی وهو كما قال، وله شاهد فی المسند يتقوی به وهو الذی بعده، مشكوٰة للألبانی: 611/10

محروم رہا' وہ بڑا ہی حرماں نصیب ہے۔'' ①

ایک اور روایت میں ہے' رمضان کے شروع ہونے پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ، وَفِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ، مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ وَلاَ يُحْرَمُ خَيْرَهَا إِلاَّ مَحْرُوْمٌ»

''یہ ماہ مبارک تمھارے پاس آ گیا ہے' اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینے سے بہتر ہے' جو اس سے محروم رہا' وہ ہر طرح کی خیر سے محروم رہا اور اس کی خیر سے بالکل محروم القسمت شخص ہی محروم رہتا ہے۔'' ②

ان احادیث سے واضح ہے کہ رمضان کا مہینہ نہایت عظمت و سعادت کا مہینہ ہے' اللہ تعالیٰ اس کی خصوصی عظمت کی وجہ سے اس ماہ مبارک میں وہ وہ اقدامات فرماتا ہے جو مذکورہ حدیثوں میں بیان ہوئے۔ جن سے اس مہینے کی خصوصی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

رمضان کی فضیلت میں بعض ضعیف روایات:

اس ماہ مبارک کی فضیلت میں بعض روایات بہت مشہور ہیں' لیکن وہ سند کے لحاظ سے کمزور ہیں' اس لیے ان کو بیان کرنے سے گریز کرنا چاہیے' ہم تنبیہ کے طور پر انھیں بھی یہاں درج کرتے ہیں' تاکہ ضعیف روایات بھی لوگوں کے علم میں آ جائیں' جنہیں خطیبان خوش بیان اور واعظان شیریں مقال اپنے وعظ و خطبات میں اکثر بیان کرتے ہیں۔ جیسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے' جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

① رواه أحمد : 230/2 و سنن النسائي، الصيام ، باب ذكر الاختلاف على معمر فيه ، حديث : 2106، وقال الألباني وهو حديث جيد لشواهده، مشكوٰة: 612/1

② سنن ابن ماجه، الصيام، باب ما جاء في فضل شهر رمضان، ح: 1644 وقال الألباني، إسناده حسن، مشكوٰة: 612/1

«خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنْ شَعْبَانَ، فَقَالَ: يَاأَيُّهَا النَّاسُ! قَدْ أَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ، شَهْرٌ مُبَارَكٌ، شَهْرٌ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ، جَعَلَ اللهُ صِيَامَهُ فَرِيْضَةً وَقِيَامَ لَيْلَةِ تَطَوُّعًا، مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ مِنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ أَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَمَنْ أَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ أَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ، وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ، وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ، وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ وَشَهْرٌ يُزَادُ فِيْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ، مَنْ فَطَّرَ فِيْهِ صَائِمًا كَانَ لَهُ مَغْفِرَةً لِذُنُوْبِهِ وَعِتْقَ رَقَبَتِهِ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْتَقِصَ مِنْ أَجْرِهِ شَيْءٌ، قُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللهِ! لَيْسَ كُلُّنَا نَجِدُ مَا نُفَطِّرُ بِهِ الصَّائِمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُعْطِي اللهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰى مَذْقَةِ لَبَنٍ أَوْ تَمْرَةٍ أَوْ شَرْبَةٍ مِنْ مَاءٍ وَمَنْ أَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاهُ اللهُ مِنْ حَوْضِيْ شَرْبَةً لَا يَظْمَأُ أَبَدًا حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ شَهْرٌ أَوَّلُهُ رَحْمَةٌ وَأَوْسَطُهُ مَغْفِرَةٌ وَآخِرُهُ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ، وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْكِهِ فِيْهِ غَفَرَ اللهُ لَهُ وَأَعْتَقَهُ مِنَ النَّارِ»

یہ روایت شعب الایمان بیہقی کے حوالے سے مشکوٰۃ میں درج ہے' مشکوٰۃ ایک نہایت متداول کتاب ہے جو تمام مدارس دینیہ کے نصاب میں شامل ہے۔ اور امام بیہقی کی شعب الایمان چند سال قبل تک غیر مطبوعہ مخطوطے کی شکل میں صرف بعض کتب خانوں میں محفوظ تھی۔ اس لیے عام اہل علم وتحقیق اس کی سند دیکھ کر اس کی صحت وضعف کا حال معلوم کرنے سے قاصر تھے' اگرچہ بعض شارحین نے اس کی سند میں بعض راویوں کے

ضعف کی صراحت کر کے اس حدیث کو غیر صحیح قرار دیا ہے' جیسے علامہ عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں صراحت کی' حافظ ابن حجر نے بھی اپنے اطراف میں اس کی صراحت کی' اور بھی بعض محدثین نے اس کی صراحت کی۔ ان کے ان اقوال کو تنقیح الرواۃ اور پھر مرعاۃ المفاتیح میں بھی نقل کیا گیا ہے' جس سے اس روایت کا ضعف بالکل واضح ہے۔ لیکن پھر بھی اس کا علم چند اہل علم و تحقیق تک ہی محدود رہا۔ عام علماء و واعظ حضرات اس حدیث کو بیان ہی کرتے رہے۔ اللہ بھلا کرے شیخ البانی رحمہ اللہ کا کہ پھر انھوں نے بھی اپنی تعلیقات مشکوٰۃ میں اس کے ضعف کی صراحت کی۔ شیخ البانی کی تالیفات اور تحقیقات کو اللہ نے اہل علم و تحقیق کے حلقوں میں جو حسن قبول عطا فرمایا ہے' اس کی وجہ سے اس روایت کے ضعف کا علم عام ہوا' کیونکہ شیخ البانی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہونے والی مشکوٰۃ بھی اہل علم میں متداول ہے۔ مشکوٰۃ پر شیخ البانی کی مختصر تعلیقات و تحقیقات کا یہ بڑا فائدہ ہوا کہ مشکوٰۃ کی متعدد احادیث' جو ضعیف تھیں' اور لوگ انھیں بے دھڑک بیان کرتے تھے' اب ان کے ضعف سے اہل علم کی اکثریت واقف ہوتی جا رہی ہے۔ اور شیخ کی اس کاوش و تحقیق سے نقد حدیث کا ذوق بھی عام ہوا اور احادیث کی تحقیق و تخریج کے رجحان کو بھی بڑا فروغ ملا ہے۔ جزاہ اللہ عنا وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء

بہر حال مقصود اس تفصیل سے یہ ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے جو مذکورہ حدیث مشہور ہے' سند کے لحاظ سے بالکل ضعیف ہے۔ ایسی سخت ضعیف حدیث کا بیان کرنا صرف ناجائز ہی نہیں ہے' بلکہ اندیشہ ہے کہ اس کا بیان کرنے والا (مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)[1] جیسی وعید کا مستحق نہ بن جائے۔

«مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ عِلَّةٍ وَلاَ مَرَضٍ لَمْ يَقْضِهِ صِيَامُ الدَّهْرِ وَإِنْ صَامَهُ»

---

[1] صحيح البخاري، العلم، باب اثم من كذب على النبي ﷺ، حديث : 110

''جس نے بغیر کسی عذر اور بیماری کے رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دیا' وہ ساری زندگی بھی اس کی قضا دیتا رہے تو اس کی قضا ادا نہیں ہوگی۔''[1]

یہ روایت امام بخاری نے تعلیقاً روایت کی ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس روایت میں تین علتیں ہیں' ایک اضطراب' دوسری ابوالمطوس راوی کی جہالت اور تیسری یہ شک کہ ابوالمطوس کے باپ کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے یا نہیں۔[2]

شیخ البانی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی یہ روایت ضعیف ہے' چنانچہ انھوں نے اسے ضعیف ابی داود' ضعیف ترمذی' ضعیف ابن ماجہ اور ضعیف الجامع میں نقل کیا ہے۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں رمضان کے روزے رکھنا' دوسری جگہوں کے مقابلے میں ہزار رمضان سے افضل ہیں۔ یہ دو روایات ہیں جو مجمع الزوائد میں ہیں اور دونوں ضعیف ہیں۔[3]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو عورتوں نے روزہ رکھا' پیاس کی شدت سے وہ سخت نڈھال ہوگئیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا تو آپ خاموش رہے' پھر دوپہر کو دوبارہ آپ سے عرض کیا گیا کہ وہ مرنے لگی ہیں۔ آپ نے ان دونوں عورتوں کو بلوایا اور ایک بڑا پیالہ منگوایا اور باری باری دونوں سے کہا: ''اس پیالے میں قے کرو'' تو دونوں نے خون اور پیپ کی قے کی' دونوں کی قے سے پیالہ بھر گیا۔ آپ نے فرمایا۔ ''انھوں نے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں (کھانے پینے) سے تو روزہ رکھا اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے روزہ کھولتی رہیں۔ یہ آپس میں بیٹھی ہوئیں لوگوں کا گوشت کھاتی' یعنی غیبت کرتی رہیں۔''[4] روزے میں غیبت وغیرہ سے تو ضرور پرہیز کرنا چاہیے۔ لیکن یہ روایت بھی صحیح نہیں ہے۔

---

① ذكره البخاري تعليقا، باب جامع في رمضان، وأخرجه الأربعة

② تفصیل کے لیے دیکھیے فتح الباری' باب مذکور

③ مجمع الزوائد' طبع جدید' بہ تحقیق عبداللہ محمد الدرویش' ج: 3' ص: 348-349

④ مجمع الزوائد: 399/3

روزے کے فوائد وثمرات

روزہ:

نماز، زکوٰۃ اور حج کی طرح ایک عبادت ہے اور عبادات کا مقصد اللہ تعالیٰ کے حکم کو بجالانا، اس سے تعلق ورابطہ استوار کرنا اور اس کی رضا حاصل کرنا ہے۔ ان عبادات سے کچھ دنیوی مفادات بھی حاصل ہو جائیں تو وہ ضمنی فوائد ہیں، اصل مقصد سے ان کا تعلق نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عبادت کی ادائیگی ہر صورت میں ضروری ہے چاہے اس کی علت یا حکمت ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے، اس کا کوئی دنیوی فائدہ ہمیں حاصل ہو یا نہ ہو، حتی کہ ہمیں ظاہری طور پر اس میں اپنے جان و مال کا نقصان ہی کیوں نہ محسوس ہو لیکن احکام الٰہی اور عبادات میں کوتاہی ہمارے لیے جائز نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جان و مال یعنی سب کچھ قربان کر دینا ہی مومن کا مطلوب و مقصود ہے۔

روزہ بھی ایک ایسی عبادت ہے جس سے کچھ طبی فوائد بھی انسان کو حاصل ہوتے ہیں، جیسے حکما کی اکثریت اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ بسیار خوری سے اجتناب صحت کے لیے مفید ہے۔ روزے میں انسان بسیار خوری سے بچ جاتا ہے (بشرطیکہ وہ عام رواج کے برعکس ثقیل اور بھاری غذاؤں سے پرہیز کرے) تاہم یہ ایک ضمنی فائدہ ہے، روزے کا اصل مقصد وہ روحانی اور قلبی فوائد ہیں جو روزوں کو ان کی شرائط اور آداب کے ساتھ رکھنے کی صورت میں روزے داروں کو حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس کے چند روحانی فوائد وثمرات حسب ذیل ہیں:

❶ تقویٰ کا حصول

روزوں کا سب سے بڑا فائدہ تقویٰ کا حصول ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے:

﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾[1] ''تم پر روزہ رکھنا اس لیے فرض کیا گیا ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔'' کیونکہ روزہ بھی عبادت ہی ہے اور عبادت کا مقصد اور فائدہ بھی اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا حصول ہی بتلایا ہے۔[2]

- یہ تقویٰ کیا ہے جو روزوں سے انسان کے اندر پیدا ہوتا ہے؟
- اور وہ روزے سے پیدا کس طرح ہوتا ہے؟
- اور تقویٰ سے کیا فوائد وثمرات حاصل ہوتے ہیں؟

یہ تین سوال قابل غور ہیں:

① تقویٰ کا مطلب' دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت کا اس طرح راسخ ہو جانا ہے کہ انسان اس کی نافرمانی کے ارتکاب سے باز رہے' ہر قدم سوچ کر اٹھائے اور زندگی کے ہر موڑ پر اور ہر معاملے میں اس کی ہدایات وتعلیمات کی پابندی کرے' اسے بعض بزرگوں نے اس مثال سے واضح کیا ہے کہ ایک شخص ایسی تنگ گزرگاہ سے گزرے جس کے دونوں طرف کانٹے ہوں' تو وہ ایسی گزرگاہ سے کپڑے سنبھال کر اور دامن سمیٹ کر چلے گا تاکہ اس کا دامن کانٹوں سے نہ الجھے۔ تقویٰ بھی اسی احتیاط اور معصیت سے دامن بچا کر زندگی گزارنے کا نام ہے۔

② اور یہ تقویٰ روزے سے اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ روزے کی حالت میں ایک مومن نہ کھاتا ہے نہ کچھ پیتا ہے اور نہ بیوی سے اپنی جنسی خواہش پوری کرتا ہے' حالانکہ عام حالات میں اس کے لیے ان میں سے کوئی چیز بھی ممنوع اور حرام نہیں ہے۔ کھانا پینا بھی حلال امر ہے اور بیوی سے مباشرت بھی جائز کام ہے۔ لیکن ایک مومن روزے میں یہ حلال کام بھی نہیں کرتا' حتیٰ کہ گھر کی چار دیواری کے اندر بھی نہیں کرتا جہاں اسے کوئی دیکھنے یا روکنے والا نہیں ہوتا۔ یہ کیا ہے۔ یہ وہی تقویٰ' اللہ کا ڈر ہے جو روزے سے اس کے اندر پیدا ہوا ہے۔

① البقرۃ: 183/2
② سورۃ البقرۃ: 21/2

جب ایک مومن اللہ تعالیٰ کے ڈر سے محض اس لیے حلال کام بھی نہیں کرتا کہ روزے میں اللہ تعالیٰ نے ان سے روک دیا ہے اور کسی کے نہ دیکھنے کے باوجود وہ باز رہتا ہے' تو گویا روزے نے اس کے اندر وہ تقویٰ پیدا کر دیا ہے جو روزے کا اصل مقصد ہے۔ اگر انسان اس ماہانہ مشق کو اپنے احساس وشعور کا حصہ بنا لے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کا یہ خوف قدم قدم پر اس کے دامن گیر رہ سکتا ہے اور اسے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز رکھ سکتا ہے۔ جب وہ اللہ کے حکم پر' اللہ تعالیٰ کے ڈر سے' جائز اور حلال کاموں سے بھی وقتی طور پر رکا رہتا ہے تو جن چیزوں اور کاموں کو اللہ نے ہمیشہ کے لیے حرام اور ناجائز قرار دیا ہے' ایک مومن اور ایک متقی ان کا ارتکاب کس طرح کر سکتا ہے؟

③ ایک مومن کے اندر جب یہ تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا ہو جاتا ہے' تو اسے حسب ذیل ثمرات وفوائد حاصل ہوتے ہیں۔

تقویٰ کے ثمرات وفوائد:

① ایک مومن کی ایمانی قوت میں اضافہ اور اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت کا نقش اس کے دل میں مزید گہرا ہو جاتا ہے۔ وہ اس کی اطاعت وفرماں برداری میں راحت اور اطمینان محسوس کرتا اور نافرمانی میں اس کی گرفت سے ڈرتا ہے۔

② اس کے عقیدۂ آخرت میں تازگی اور پختگی آ جاتی ہے۔ وہ روزے میں اپنی لذتیں قربان اور اپنی خواہشیں ترک کرتا ہے تو ایسا وہ اس یقین کی بنیاد پر کرتا ہے کہ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں اس سے زیادہ لذتوں والی چیزیں عطا فرمائے گا۔ عقیدۂ آخرت اور حسن صلہ کا یہ تصور روزے کی مشکلات اور مشقتوں ہی کو اس کے لیے آسان نہیں کرتا بلکہ دین وشریعت کے ہر معاملے میں اس کے اندر صبر وثبات کی خوبیاں پیدا کرتا ہے جو اسے دین پر قائم رکھتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے انحراف نہیں کرنے دیتیں۔

③ جب ایک مومن اللہ تعالیٰ کے حکم سے روزے میں ایک خاص وقت (صبح صادق کے ہو جانے) پر کھانے پینے اور دیگر خواہشات سے رک جاتا ہے اور ایک دوسرے وقت پر (سورج کے غروب ہوتے ہی) کھانا پینا شروع کر دیتا ہے اور دوسری جائز خواہشات بھی پوری کرنی چاہتا ہے تو کر لیتا ہے۔ تو شب و روز کے لمحات و اوقات میں اللہ تعالیٰ کی یہ فرماں برداری اس کے اندر اللہ تعالیٰ کی عبودیت و بندگی اور اس کے سامنے سرافگندگی وخودسپردگی کا جذبہ وشعور پیدا کرتی ہے کہ انسان کا اپنا کچھ نہیں ہے، سب کچھ اللہ ہی کا ہے اور اللہ ہی کے لیے ہے۔ ایک ایک لمحے اور ایک ایک گھڑی کو اللہ تعالیٰ ہی کی راہ میں یا اس کی مرضی ومنشا کے مطابق ہی گزارنا ہے۔ اسی کا نام کمال عبودیت اور کمال بندگی ہے جو انسان سے مطلوب ہے۔

④ اور جب بندگی کا یہ شعور اور ہر لمحے اور ہر گھڑی اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری کا یہ جذبہ عام ہو جاتا ہے تو پھر پورا معاشرہ اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگ جاتا اور پورا ماحول ایمان کے نور سے منور ہو جاتا ہے، پھر کفر وشرک، یعنی غیروں کا رنگ وہاں سے مٹ جاتا اور معصیت و نافرمانی کی تاریکیاں کافور ہو جاتی ہیں۔ ہر طرف "صِبْغَةُ اللّٰه" ہی کی جلوہ آرائی اور دین و شریعت ہی کی روشنی نظر آتی ہے۔ جیسے رمضان المبارک میں ہوتا ہے۔ رمضان میں دن کو سب مسلمان ایک ہی کیفیت میں نظر آتے ہیں۔ گھر میں ہوں تب بھی، دفتر اور کارخانے میں ہوں تب بھی، سڑکوں اور بازاروں میں ہوں تب بھی، تنہا ہوں تب بھی، مجلس میں ہوں تب بھی، امیر ہوں تب بھی فقیر ہوں تب بھی، راعی وحکمراں ہوں تب بھی اور رعایا ہوں تب بھی۔ سب ایک ہی جذبے سے سرشار، سب پر ایک ہی کیفیت کا غلبہ اور سب ایک ہی آقا کے غلام اور ایک ہی حاکم کے محکوم نظر آتے ہیں۔ پورے معاشرے اور ماحول میں یہ یکسانیت کس نے پیدا کی۔ ایک ہی جذبہ واحساس کی کارفرمائی کیوں ممکن ہوئی؟ اور سب پر ایک ہی رنگ کا غلبہ کیوں اور کیسے ہوا؟

یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی کامل بندگی و اطاعت کے جذبے سے ہوا جو رمضان المبارک میں روزوں کی وجہ سے انسانوں کے اندر پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایک مہینے کے مسلسل روزوں کی مشق سے مسلمان معاشروں اور ملکوں میں ایسا ہی ماحول مستقل طور پر پیدا

کرنا چاہتا ہے' جس میں نیکی غالب اور بدی مغلوب ہو' خیر کی کارفرمائی ہو اور شر کو رونمائی کا موقع نہ ملے' حق پر چلنے والے سرخرو ہوں اور باطل پر چلنے والے روسیاہ۔

لیکن ایسا تب ہی ہوسکتا ہے جب رمضان المبارک میں حاصل ہونے والے تقویٰ کی ہم حفاظت کریں' اس جذبے اور شعور کو زندہ رکھیں جو روزہ ہمارے اندر پیدا کرتا ہے' اس ایمانی پختگی کو قائم اور اس عقیدۂ آخرت کو دل و دماغ میں ہر وقت مستحضر رکھیں جس سے روزے کی حالت میں ہم سرشار رہتے ہیں۔

لمحۂ فکریہ اور دعوت غور وفکر:

آج ہمارے معاشرے میں صورت حال اس کے برعکس ہے' نیکی مغلوب اور بدی غالب ہے۔ شر خوب پھل پھول رہا ہے اور خیر سکڑتا اور سمٹتا جارہا ہے' حق کی قوتیں کمزور ہورہی ہیں اور باطل قوتیں دندنا رہی ہیں' حتیٰ کہ نیکی کرنے والے منہ چھپاتے پھر رہے ہیں اور برائی کرنے والے ڈنکے کی چوٹ پر خوب دھڑلے سے برائیاں کررہے ہیں' حالانکہ ہم سالہا سال سے رمضان المبارک کے روزے رکھتے چلے آرہے ہیں' لیکن اس کے باوجود نیکی کا عمومی ماحول نہیں بن رہا ہے' ہمارے اندر کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہورہی ہے اور ہم اخلاق و کردار کی اتھاہ گہرائیوں میں گرتے چلے جارہے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟

اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم ایک رسم کے طور پر روزہ رکھ لیتے ہیں اور اس کی روح کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش نہیں کرتے' ایک محدود وقت کے دوران میں تو ہم کھانے پینے سے پرہیز کرتے ہیں' لیکن محرمات ابدی سے اجتناب ضروری نہیں سمجھتے۔ گویا تقویٰ کی اصل حقیقت سے ہم محروم ہی رہتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ روزے سے ہماری ایمانی قوت میں کوئی اضافہ ہوتا ہے نہ عقیدۂ آخرت کا صحیح استحضار ہی حاصل ہوتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہی ہمارے دلوں میں راسخ ہوتا ہے۔

جب کہ برائیوں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ایمان مستحکم' آخرت پر یقین

مضبوط اور اللہ تعالیٰ کا خوف عناں گیر ہو۔ جب ایسا ہو جاتا ہے تو پھر انسان نہ صرف یہ کہ خود برائی کا ارتکاب نہیں کرتا' بلکہ برائی کو ہوتا ہوا دیکھنا بھی اس کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔ ایمان اور تقویٰ اسی جذبہ وشعور کا نام ہے۔

آج ضرورت اسی شعوری ایمان اور حقیقی تقویٰ کی ہے جو برائی کی راہ میں سد سکندری بن جائے۔ معاشرے میں کھلم کھلا کسی کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جرات نہ ہو اور لوگ معصیت کا ارتکاب کرتے ہوئے اسی طرح شرم اور حجاب محسوس کریں جیسے رمضان المبارک میں سر عام کھانے پینے میں ایک روزہ خور بھی شرم اور حجاب محسوس کرتا ہے۔

مذکورہ فوائد کے علاوہ روزے کے چند اور فوائد بھی ہیں۔ روزے دار کو کوشش کرنی چاہیے کہ روزے کے یہ سارے فائدے وہ حاصل کرے تاکہ یہ عبادت لاحاصل نہ رہے۔ یہ مزید فوائد حسب ذیل ہیں۔

روزہ نفس کی سرکشی کا زور توڑنے میں مددگار عمل ثابت ہوتا ہے:

عام طور پر دو چیزیں گناہ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا باعث بنتی ہیں۔ ایک نفس کی بڑھتی ہوئی خواہش اور اس کی سرکشی۔ دوسرا شیطان کا وجود اور اس کا مکروفریب۔

رمضان المبارک میں سرکش شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے جس سے یقیناً نیکی کے رجحان میں اضافہ ہوتا اور خدا خوفی کا ماحول پروان چڑھتا ہے۔ خیر کے اس اضافے اور نیکی کے ماحول سے انسان اگر پورا فائدہ اٹھائے' تو اس سے یقیناً اس کے مزاج وکردار کا وہ فساد دور ہوسکتا ہے جو رمضان المبارک کے گزرتے ہی دوبارہ لوٹ آتا ہے اور رمضان کی مشق وتربیت کو کالعدم کر دیتا ہے۔

روزہ نفس کی بڑھتی ہوئی سرکشی کو بھی لگام دیتا اور اس کی حیوانی خواہشوں کو بھی بے قابو نہیں ہونے دیتا۔ اسی لیے نبیٔ اکرم ﷺ نے نوجوانوں کو بطور خاص فرمایا تھا' کیونکہ نوجوانی میں نفس

زیادہ زور آور ہوتا ہے۔

«يَامَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ»

''اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو شادی کی استطاعت رکھتا ہے' اس کو چاہیے کہ وہ شادی کرلے' اس لیے کہ یہ (شادی) نگاہوں کو پست رکھنے اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے میں بہت زیادہ معاون ثابت ہوتی ہے اور جو اس کی طاقت نہیں رکھتا' تو وہ روزے رکھے' کیونکہ یہ (روزہ) اس کی نفسانی خواہشوں کا زور توڑے رکھے گا۔''[1]

اس سے معلوم ہوا کہ نفس کی سرکشی کا زور توڑنے کے لیے روزہ مدد ومعاون ہے۔ اسی لیے ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے روزے کو ایک نفع بخش عمل قرار دیا۔ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

«قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللهِ! مُرْنِيْ بِأَمْرٍ يَنْفَعُنِي اللهُ بِهِ، قَالَ: عَلَيْكَ بِالصِّيَامِ فَإِنَّهُ لاَ مِثْلَ لَهُ»

''میں نے کہا' اللہ کے رسول! مجھے ایسا کام بتلایئے جو مجھے نفع دے۔ آپ نے فرمایا' روزے رکھا کرو' اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔''[2]

3 روزے سے صبر کا وصف راسخ ہوتا ہے:

صبر بھی ایک ایسا اہم عمل ہے کہ اس کے بغیر دین پر عمل اور ایمانی تقاضوں کی تکمیل ممکن نہیں۔

---

[1] صحيح البخاري، النكاح، باب قول النبي ﷺ: من استطاع منكم الباءة......، ح: 5065 وصحيح مسلم، النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه اليه ......، ح: 1400

[2] سنن النسائي، الصيام، باب فضل الصيام، ح: 2223

صبر کا وصف ہی انسان کے اندر ایسا حوصلہ پیدا کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ساری دنیا سے لڑنے اور باطل قوتوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

صبر کے مفہوم میں حسب ذیل چیزیں شامل ہیں:

1. اپنے نفس پر کنٹرول کر کے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے اور اس کی معصیت سے بچنا۔
2. اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلے میں نفس کی لذتوں اور اس کے حیوانی تقاضوں کو نظر انداز کر دینا۔
3. اللہ تعالیٰ کے دین پر عمل کرنے میں جو مشکلات پیش آئیں' انھیں خندہ پیشانی سے برداشت کرنا اور لوگوں کی لعنت ملامت کی پروا نہ کرنا۔

روزے میں انسان اپنے نفس کی لذتوں اور اس کے حیوانی تقاضوں کو نظر انداز کر کے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتا ہے' جس سے اس کے اندر صبر کا وصف راسخ ہوتا اور مذکورہ خوبیوں کا انعکاس ہوتا ہے۔

4. روزے سے اخوت و ہمدردی کا احساس اجاگر ہوتا ہے:

روزے میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے' تو اسے ان لوگوں کی تکلیفوں کا احساس ہوتا ہے جن کی زندگی تنگ دستی اور فقر و فاقہ میں گزرتی ہے' اس لیے کہ مومنوں کا وصف یہ بیان کیا گیا ہے۔

«مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ، مَثَلُ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى»

''آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت رکھنے میں' ایک دوسرے کے ساتھ رحم کرنے میں اور ایک دوسرے کے ساتھ شفقت و نرمی کرنے میں مومنوں کی مثال ایک جسم کی طرح ہے۔ جب جسم کے ایک حصے کو تکلیف ہوتی ہے تو اس کی وجہ سے سارا جسم بیدار

رہتا ہے اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔"[1]

ایک دوسری روایت میں فرمایا:

«اَلْمُسْلِمُوْنَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ، إِنِ اشْتَكٰى عَيْنُهُ، اشْتَكٰى كُلُّهُ، وَإِنِ اشْتَكٰى رَأْسُهُ، اشْتَكٰى كُلُّهُ»

"سب مسلمان شخص واحد کی طرح ہیں' اگر اس کی آنکھ میں درد ہوتا ہے تو اس کا سارا جسم درد محسوس کرتا ہے اور اگر اس کے سر میں درد ہوتا ہے تب بھی سارا جسم درد محسوس کرتا ہے۔"[2]

اور جب ایک مسلمان روزے کی حالت میں فقر و فاقہ کی کیفیتوں سے گزرتا ہے تو اس کے اندر ایسے لوگوں کے بارے میں ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں جو مستقل طور پر فقر و فاقہ سے دوچار رہتے ہیں' چنانچہ وہ اپنی طاقت کے مطابق ان سے بھائی چارگی کا اظہار کرتا اور ان کی تکلیفوں کو دور کرنے میں ان کے ساتھ تعاون کرتا ہے' جیسا کہ اسلام کا تقاضا ہے۔

❻ روزہ اخلاق و کردار کی بلندی پیدا کرتا ہے:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ، وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّيْ امْرُؤٌ صَائِمٌ»

"روزہ ایک ڈھال ہے' جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو دل لگی کی باتیں کرے نہ شور و شغب۔ اگر کوئی اسے گالی دے یا اس سے لڑنے کی کوشش کرے تو کہہ دے' بھئی! میں تو روزے دار ہوں۔"[3]

اس حدیث میں روزے کو ڈھال قرار دیا گیا ہے' کس چیز سے۔ گالی گلوچ سے' شور و شغب

---

① صحیح مسلم، البر والصلة، باب تراحم المؤمنین...... الخ، : 2586

② صحیح مسلم، البر والصلة، باب تراحم المومنین ...... الخ، حدیث : 2586

③ صحیح البخاری، الصوم، باب هل یقول: إنی صائم إذا شتم، ح: 1904

اور دل لگی کی باتوں سے، حتیٰ کہ کوئی گالی بھی دے دے تو کہہ دیا جائے، میں تو روزے دار ہوں، میں روزے کی حالت میں اپنی زبان کو گالی سے آلودہ نہیں کروں گا، لڑائی کا جواب لڑائی سے نہیں، عفوو درگزر سے دوں گا۔ یہ اخلاق و کردار کی وہ بلندی ہے جو روزے سے پیدا ہوتی ہے اور ہونی چاہیے۔

روزے داروں کے لیے وعید:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلاَّ الظَّمَأُ وَكَمْ مِنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلاَّ السَّهَرُ»

''کتنے ہی روزے دار ہیں جن کو ان کے روزے سے سوائے پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کتنے ہی شب بے دار ہیں، جن کو ان کی شب بیداری سے سوائے بیداری اور بے خوابی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔''[1]

یہ کون سے بدنصیب روزے دار ہوں گے جنھوں نے روزے رکھ کر بھوک پیاس کی تکلیف تو برداشت کی ہوگی، لیکن روزے کے اجر و ثواب سے محروم رہیں گے؟ یہ وہی لوگ ہوں گے جن کے اندر روزے سے اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے، نہ اخلاق و کردار کی بلندی اور نہ دیگر فوائد و ثمرات ہی انھیں حاصل ہوتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ

---

[1] سنن الدارمی و مشکوٰۃ، الصوم، باب تنزیه الصوم، ح: 2014، وقال الألبانی إسناده جيد

باب دوم

شهر رمضان الذي أنزل فيه القرآن
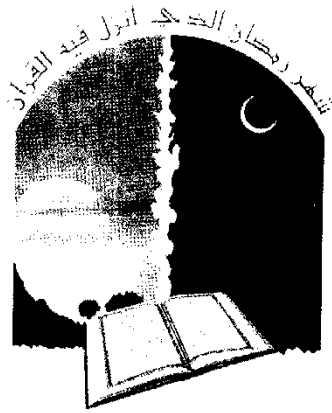
روزے کے احکام ومسائل

اس باب میں روزے سے متعلق ضروری احکام ومسائل بیان کیے گئے ہیں، مثلاً روزے کے واجبات وآداب کیا ہیں؟ رمضان المبارک میں کون سی دعائیں مسنون ہیں؟ اس کے فوائد اور فضائل کیا ہیں؟ روزہ کن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے اور کن چیزوں سے نہیں ٹوٹتا؟ اور اسلام میں اس کی اہمیت کیا ہے؟ وغیرہ، مختصراً ان باتوں کا ذکر ہوگا۔ وباللہ التوفیق۔

روزے کی اہمیت:

روزے کی اہمیت تو اسی سے واضح ہے کہ یہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«بُنِيَ الإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ : شَهَادَةِ أَنْ لاَّ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ»

''اسلام کی بنیادیں پانچ ہیں: ① اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ② نماز قائم کرنا ③ زکوۃ ادا کرنا ④ بیت اللہ کا حج کرنا (اگر استطاعت حاصل ہوجائے) ⑤ اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔'' [1]

روزے کا وجوب:

رمضان المبارک کے روزے فرض ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کے روزوں کی

① صحيح البخاري، الإيمان، باب قول النبي ﷺ بني الاسلام على خمسٍ، ح: 8 وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان أركان الإسلام...... الخ، ح: 16

بابت فرمایا ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلصِّيَامُ ﴾

''اے ایمان والو! تم پر (رمضان المبارک کے) روزے رکھنا فرض کیے گئے ہیں۔''[1]

اور فرض کا انکار کفر وارتداد ہے۔اس سے بھی روزے کی اہمیت واضح ہے۔

روزے کی تعریف:

صوم کے لغوی معنی تو رُک جانے کے ہیں اور شرعی اصطلاح میں یہ اللہ تعالیٰ کی ایک عبادت ہے جس میں ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمام مفطرات سے' طلوع فجر سے غروب شمس تک۔رُکا رہتا ہے۔مفطرات کے معنی ہیں' روزے کو توڑ دینے والی چیزیں۔جیسے کھانا' پینا' بیوی سے ہم بستری کرنا۔یہ ساری چیزیں اگرچہ حلال ہیں' لیکن روزے کی حالت میں یہ چیزیں ممنوع ہیں۔اس لیے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم پر فجر سے لے کر سورج کے ڈوبنے تک' ان تمام چیزوں سے بچ کر رہنے کا نام روزہ ہے۔

روزے کا مقصد:

اس تعریف اور عمل سے ہی روزے کا وہ مقصد واضح ہو جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں روزے کا حکم دیتے ہوئے ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾[2] کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ تمھارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔تقویٰ کا مطلب ہے' دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر اور اس کا خوف اس طرح جاگزیں ہو جائے کہ ہر کام کرنے سے پہلے انسان یہ دیکھے کہ یہ جائز ہے یا ناجائز۔حلال ہے یا حرام۔ اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگا یا ناراض۔

روزے سے یہ تقویٰ کس طرح حاصل ہوتا ہے؟ جب ایک مسلمان روزے کی حالت میں

---

① البقرة: 183/2

② البقرة: 183/2

گھر کی چار دیواری کے اندر بھی' جہاں اس کو کوئی دیکھنے والا ہوتا ہے نہ اس کا کوئی مؤاخذہ کرنے والا' کھاتا ہے نہ پیتا ہے اور نہ بیوی سے اپنی جنسی خواہش پوری کرتا ہے' کیوں؟ محض اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے روزے کی حالت میں ان چیزوں سے اسے روک دیا ہے۔ تو پورے ایک مہینے کی تربیت سے۔ بشرطیکہ انسان خلوص دل اور کامل اذعان اور شعور سے کوشش کرے' اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف راسخ ہو جاتا ہے اور یہ بات اس کے ذہن میں نقش ہو جاتی ہے کہ جب روزے کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے حلال چیزوں سے بھی میں اجتناب کرتا رہا ہوں' تو جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لیے حرام قرار دی ہوئی ہیں' ان کا ارتکاب میرے لیے کس طرح جائز ہوسکتا ہے؟ یا اگر مجھے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہے تو میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والے کام کیوں کروں۔ (جیسا کہ اس کی کچھ تفصیل اس سے پہلے ''فوائد و ثمرات'' کے باب میں گزر چکی ہے۔)

مختلف حالات اور اعتبارات سے لوگوں کی قسمیں

① روزہ ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہے۔

② نابالغ بچے پر روزہ فرض نہیں۔ تاہم ان کی طاقت کے مطابق ان سے روزے رکھوائے جائیں' تاکہ ایک تو وہ اس کے عادی ہو جائیں۔ دوسرے' ان کے اندر یہ شعور پختہ ہو جائے کہ بالغ ہونے کے بعد روزہ رکھنا ان کے لیے ضروری ہوگا۔ جیسے حکم ہے کہ سات سال کے بچے کو نماز پڑھنے کی تلقین کی جائے اور دس سال کی عمر میں بچے کو ڈانٹ ڈپٹ کر نماز پڑھوائی جائے۔ اس کا مقصد بھی نماز کی اہمیت و فرضیت کا احساس اس کے اندر پیدا کرنا ہے۔

③ مریض اگر روزہ رکھنے میں تکلیف محسوس کرے یا روزہ رکھنے سے اس کے مرض میں اضافے کا اندیشہ ہو تو وہ بیماری کی حالت میں روزہ نہ رکھے۔ تاہم روزوں کی قضا بعد میں ضروری ہے۔

④ یہی حکم ان عورتوں کے لیے ہے جو حمل سے ہوں یا ان کی گود میں شیر خوار بچہ ہو۔ اگر روزہ رکھنے میں وہ تکلیف محسوس کریں یا بچے کی بابت انھیں کوئی اندیشہ ہو یا ڈاکٹر اس قسم کی ہدایت دے۔ تو حاملہ اور مرضعہ عورتیں روزہ چھوڑ سکتی ہیں' لیکن بعد میں چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا ضروری ہے۔

⑤ عورتوں کو حیض اور نفاس کے ایام میں روزے رکھنا ممنوع ہیں۔ حیض کا مطلب' ماہواری ہے اور نفاس کا مطلب' زچگی (ولادت) کے ایام ہیں۔ جب تک ولادت کا خون بند نہ ہو جائے' نفاس کی حالت شمار ہوگی' اس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے اور کم سے کم کا کوئی تعین نہیں۔ جب بھی خون بند ہو جائے' وہ پاک سمجھی جائیں گی اور غسل طہارت کے بعد ان کے لیے نماز اور روزے کا اہتمام (اگر ماہ رمضان ہو) ضروری ہوگا۔ حیض اور نفاس کی حالت میں

چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا ضروری ہے۔

⑥ جو شخص روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو۔ جیسے کوئی شخص دائمی مریض ہو جس کی صحت یابی کی امید نہ ہو یا بہت بوڑھا آدمی' جس کی طاقت وتوانائی ختم ہو چکی ہو۔ یہ دونوں چونکہ روزہ نہیں رکھ سکتے' اس لیے یہ ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔ ان کے لیے اطعام مسکین کا فدیہ روزہ رکھنے کے قائم مقام ہو جائے گا۔

⑦ مجنون (پاگل) یا وہ شخص جس کے ہوش وحواس مختل ہو جائیں اور اس کے اندر کسی چیز کی تمیز کرنے کا شعور باقی نہ رہے' اسی طرح زیادہ بڑھاپے کی وجہ سے کسی کی عقل ماؤف ہو جائے اور وہ بھی ہوش وتمیز سے عاری ہو جائے۔ ظاہر بات ہے کہ یہ تینوں قسم کے افراد روزہ نہیں رکھ سکتے۔ لیکن یہ فدیہء طعام مسکین کے بھی مکلّف نہیں ہیں۔

⑧ کسی شخص کو کوئی اضطراری حالت لاحق ہو جائے۔ جیسے کسی ڈوبتے شخص کو بچانے کے لیے دریا یا سمندر میں غوطہ زنی کی ضرورت پیش آ جائے۔ یا جلتی آگ میں سے انسانوں کو باہر نکالنے کا کام کرنا پڑ جائے۔ اس قسم کی اضطراری حالت میں روزہ توڑے بغیر کچھ کرنا مشکل ہو تو روزہ توڑ دینا جائز ہے۔ لیکن بعد میں اس کی قضا ضروری ہے۔

⑨ مسافر' سفر میں دقت محسوس کرے' تو اس کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہے' اس کی قضا بعد میں ضروری ہے۔ اسی طرح وہ لوگ جو ہمیشہ ہی سفر پر رہتے ہوں۔ جیسے بسوں' ریلوں وغیرہ کے ڈرائیور۔ یا بسلسلہ ملازمت ایک شہر سے دوسرے شہر میں روزانہ سفر کرنے والے حضرات۔ ان کے لیے بھی اگرچہ روزہ چھوڑنا جائز ہے' لیکن روزوں کی قضا ان کے لیے بھی ضروری ہے۔ اس لیے سفر عارضی ہو یا دائمی' روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کی تو رخصت اور اجازت ہے۔ لیکن ان کے لیے روزوں کی معافی نہیں ہے۔ ان کے لیے رمضان کے روزے پورے کرنے ضروری ہیں۔ اگر سفر کی وجہ سے رمضان میں نہیں رکھیں گے تو رمضان کے بعد قضا ضروری ہے۔

روزے کے ضروری احکام

① وجوب نیت:

فرض روزوں کے لیے رات کو طلوع فجر سے پہلے پہلے روزے کی نیت کرنا ضروری ہے۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ لَّمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلاَ صِيَامَ لَهُ»

''جس نے فجر سے پہلے پہلے رات کو روزے کی نیت نہ کی' اس کا روزہ نہیں۔''[1]

رمضان المبارک میں رات کو ہر مسلمان کی نیت ہوتی ہے کہ اس نے صبح روزہ رکھنا ہے' علاوہ ازیں فجر کے طلوع ہونے سے پہلے پہلے اس نے سحری بھی کھانی ہوتی ہے' اور سحری کا وقت بھی رات ہی میں شامل ہے۔ اس اعتبار سے نیت تو بہر حال ہوتی ہی ہے' کیونکہ نیت کا محل' دل ہے نہ کہ زبان۔ یہی وجہ ہے کہ روزہ رکھنے کی نیت کے کوئی الفاظ نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہیں اور یہ جو عام کیلنڈروں میں روزے کی نیت کے الفاظ لکھے ہوتے ہیں: (وَبِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ) بالکل بے اصل ہیں' ان کی کوئی سند نہیں ہے۔ اس لیے ان الفاظ کا پڑھنا صحیح نہیں' کیونکہ یہ نبی ﷺ سے ثابت ہی نہیں ہیں۔

② روزے کا وقت:

طلوع فجر سے غروب شمس تک ہے۔ صبح صادق سے پہلے سحری کھالی جائے اور پھر سورج کے غروب ہونے تک تمام مفطرات سے اجتناب کیا جائے۔

---

① سنن أبي داود، الصيام، باب النية في الصوم، ح:2454

③ سحری ضرور کھائی جائے:

بعض لوگ سحری کھانا ضروری نہیں سمجھتے اور رات ہی کو کھا پی کر سو جاتے ہیں یا آدھی رات کو کھا لیتے ہیں۔ یہ دونوں ہی باتیں غلط ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ، أَكْلَةُ السَّحَرِ»

''ہمارے اور اہلِ کتاب کے روزے کے درمیان فرق کرنے والی چیز' سحری کا کھانا ہے۔''[1]

یعنی اہل کتاب سحری نہیں کھاتے اور مسلمان سحری کھا کر روزہ رکھتے ہیں۔ اس لیے سحری ضرور کھانی چاہیے۔ چاہے ایک کھجور یا چند گھونٹ پانی ہی ہو۔ اس میں برکت بھی ہے اور جسمانی قوت کا ذریعہ بھی اور یہ دونوں چیزیں روزہ نبھانے کے لیے ضروری ہیں۔ اسی لیے نبی ﷺ نے سحری کو غدائے مبارک سے تعبیر فرمایا ہے۔[2]

ایک اور حدیث میں فرمایا:

«اَلسَّحُورُ أَكْلُهُ بَرَكَةٌ فَلاَ تَدَعُوهُ وَلَوْ أَنْ يَّجْرَعَ أَحَدُكُمْ جُرْعَةً مِنْ مَاءٍ فَإِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ وَمَلاَئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الْمُتَسَحِّرِينَ»

''سحری کا کھانا باعث برکت ہے' اس لیے اسے نہ چھوڑو' چاہے کوئی ایک گھونٹ پانی ہی پی لے۔ کیونکہ اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے رحمت و مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔[3]

---

① صحيح مسلم، الصيام، باب فضل السحور......، ح: 1096

② سنن ابی داود، الصيام، باب من سمى السحور الغداء، حديث: 2344

③ مسند أحمد: 12/3

اسی طرح نبیؐ اکرم ﷺ کا معمول اور طریقہ مبارک یہ تھا کہ سحری فجر سے تھوڑی دیر پہلے بالکل آخری وقت میں کھایا کرتے تھے۔ روزے داروں کے لیے اس طریق نبوی کو اپنانے میں بڑے فائدے ہیں۔ مثلاً فجر کی نماز میں سستی نہیں ہوتی۔ سحری سے فراغت کے فوراً بعد نماز فجر کا وقت ہو جاتا ہے۔ انسان آسانی سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لیتا ہے اور روزے کی ابتدا اور انتہا کے درمیان وقفہ کم ہو جاتا ہے جس سے روزے دار کو سہولت مل جاتی ہے' وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ''صوم وصال'' یعنی بغیر کچھ کھائے پیے مسلسل روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے۔[1]

④ روزہ کھولنے میں جلدی کرنا:

نبیؐ کریم ﷺ کی ایک سنت یہ بھی ہے کہ روزہ کھولنے میں تاخیر نہ کی جائے' بلکہ جلدی کی جائے۔ جلدی کا مطلب' سورج کے غروب ہونے سے قبل روزہ کھولنا نہیں ہے' بلکہ سورج کے غروب ہونے کے بعد بلا تاخیر فوراً روزہ کھولنا ہے۔ جیسے بعض لوگ سورج غروب ہونے کے بعد اتنا اندھیرا چھا جانے کو ضروری سمجھتے ہیں کہ تارے نظر آنے لگ جائیں۔ نبی ﷺ کے زمانے میں یہود و نصاریٰ کا یہی معمول تھا۔ اس لیے آپ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم یہود و نصاریٰ کے برعکس سورج کے غروب ہوتے ہی فوراً روزہ کھول لیا کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ»

''لوگ اس وقت تک ہمیشہ بھلائی میں رہیں گے جب تک روزہ کھولنے میں جلدی کریں گے۔''[2]

---

① صحیح البخاری' الصیام' باب الوصال' ح: 1962 و صحیح مسلم' باب النھی عن الوصال' ح: 1104

② صحیح البخاری، الصوم، باب تعجیل الإفطار، ح: 1957 وصحیح مسلم، الصیام، باب فضل السحور، ح: 1098

⑤ روزہ کس چیز سے کھولا جائے؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

«كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُفْطِرُ عَلَى رُطَبَاتٍ قَبْلَ أَنْ يُّصَلِّيَ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَعَلَى تَمَرَاتٍ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَاءٍ»

''رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ نماز مغرب سے پہلے تازہ کھجوروں سے روزہ افطار کرتے' اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو چھواروں سے روزہ کھولتے۔ اگر چھوارے بھی نہ ہوتے تو پانی کے چند گھونٹ نوش فرما لیتے۔''①

ہمارا معمول اس نبوی معمول سے کتنا مختلف ہے۔ ہمارے ہاں افطاری کے وقت انواع و اقسام کے پھل فروٹ کے علاوہ چٹ پٹی اور مصالحے دار چیزوں کی بھی فراوانی ہوتی ہے' جس سے معدے میں گرانی ہو جاتی ہے جو صحت کے لیے سخت مضر ہے۔ ہمیں بھی ان تکلفات کی بجائے سادگی ہی کو اختیار کرنا چاہیے' اس میں اخروی اجر وثواب بھی ہے اور دنیوی فائدہ بھی۔

⑥ قبولیت دعا کا وقت:

سارا دن اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بھوک پیاس برداشت کرنے اور اپنی جنسی خواہش پر کنٹرول کرنے کی وجہ سے ایک مومن کو اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک خاص مقام حاصل ہو جاتا ہے' اس لیے افطاری کے وقت قبولیت دعا کا بھی بہت امکان ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهِ لَدَعْوَةً مَا تُرَدُّ»

① سنن أبي داود، الصيام، باب مايفطر عليه، ح: 2356

''افطاری کے وقت روزے دار کی دعا رد نہیں کی جاتی۔''[1]

⑦ افطاری کے وقت کون سی دعا پڑھی جائے؟

اس سلسلے میں ایک دعا یہ مشہور ہے: (اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ) لیکن یہ مرسل روایت ہے جو محدثین کے نزدیک ضعیف شمار ہوتی ہے۔ ایک دوسری دعا ہے جو عام کیلنڈروں میں لکھی ہوتی ہے۔ (اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ) یہ دعا بالکل بے سند اور بے اصل ہے۔ ایک تیسری دعا ہے جو نبی ﷺ افطاری کے وقت پڑھتے تھے:

«ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ»

''پیاس دور ہوگئی، رگیں تر ہوگئیں اور اگر اللہ نے چاہا، تو اجر ثابت ہوگیا۔''[2]

اس کی سند حسن درجے کی ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ افطاری کے وقت یہی دعا پڑھی جائے۔ اگرچہ شیخ البانی نے دوسری مرسل روایت کو بھی شواہد کی بنا پر قابل قبول قرار دیا ہے۔ لیکن بعض دوسرے علماء شیخ البانی کی اس رائے سے متفق نہیں اور وہ اسے ضعیف ہی قرار دیتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

⑧ روزہ کھلوانے کا ثواب:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا أَوْ جَهَّزَ غَازِيًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ»

''جس نے کسی روزے دار کا روزہ کھلوایا، یا کسی غازی کو تیار کیا، تو اس کے لیے بھی اس

---

① سنن ابن ماجه، الصيام، باب في الصائم لا ترد دعوته، ح: 1753

② سنن أبي داود، الصيام، باب القول عند الإفطار، حديث: 2357 و حسنه الالباني ، مشكوة: 261/1

کے برابر اجر ہے۔" ①

روزہ کھلوانے کا یہ اجر ہر شخص اپنی طاقت کے مطابق حاصل کر سکتا ہے' اس کے لیے پر تکلف دعوت کی ضرورت نہیں۔

روزے دار کے لیے حسب ذیل چیزوں سے اجتناب ضروری ہے:

جھوٹ سے: جیسے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ»

"جس شخص نے جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا' تو اللہ عزوجل کو کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ایسا شخص اپنا کھانا پینا چھوڑے۔" ②

یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے روزے کی کوئی اہمیت نہیں۔

لغو اور رفث سے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَيْسَ الصِّيَامُ مِنَ الأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَإِنَّمَا الصِّيَامُ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ، فَإِنْ سَابَّكَ أَحَدٌ أَوْ جَهِلَ عَلَيْكَ فَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ»

"روزہ صرف کھانا پینا چھوڑنے کا نام نہیں ہے۔ روزہ تو لغو اور رفث سے بچنے کا نام ہے۔ اس لیے اگر تجھ کو کوئی سب وشتم کرے یا تیرے ساتھ جہالت سے پیش آئے' تو تو کہہ دے' میں تو بھئی روزے دار ہوں۔" ③

① شرح السنة، باب ثواب من فطر صائما، ح: 1819 وشعب الإيمان، الصيام، باب فضل فيمن فطر صائما، ح: 3953

② صحيح البخاري، الصوم، باب من لم يدع قول الزور والعمل به في الصوم، ح: 1903

③ صحيح ابن خزيمه: 3/242، ح: 1996 ـ مطبع ـ المكتب الإسلامي

❁ **لغو:** ہر بے فائدہ اور بے ہودہ کام کو کہتے ہیں۔ جیسے ریڈیو اور ٹی وی کے لچر اور بے ہودہ پروگراموں کا سننا اور دیکھنا ہے۔ تاش' شطرنج اور اس قسم کے دیگر کھیل ہیں۔ فحش ناول' افسانے اور ڈرامے ہیں۔ دوست احباب کے ساتھ خوش گپیاں' چغلیاں' بے ہودہ مذاق اور دیگر ناشائستہ حرکتیں ہیں۔

❁ **رفث کا مطلب:** جنسی خواہشات پر مبنی باتیں اور حرکتیں ہیں۔ یہ لغو و رفث روزے کی حالت میں بالخصوص ممنوع ہیں۔ اس لیے تمام مذکورہ باتوں اور حرکتوں سے اجتناب کیا جائے۔

اسی طرح کوئی لڑنے جھگڑنے کی کوشش کرے' گالی گلوچ کر کے اشتعال دلائے۔ تو روزے دار اس جہالت کے مقابلے میں صبر وتحمل اور درگزر سے کام لے اور دوسرے فریق کو بھی اپنے عمل سے یہ وعظ و نصیحت کرے کہ روزے کی حالت میں بالخصوص جدال وقتال سے بچنا اور قوت برداشت سے کام لینا چاہیے۔

جھوٹ بولنے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے اجتناب کا مطلب ہے کہ روزے میں نہ جھوٹی بات کرے نہ دجل و فریب پر مبنی کوئی حرکت۔ جیسے دکان میں بیٹھ کر گاہکوں سے جھوٹ بولے یا ان کو دھوکہ اور فریب دینے کی کوشش کرے' جیسا کہ بدقسمتی سے بے شمار دکاندار ان حرکتوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ یہ حرکتیں ہر وقت ہی ممنوع ہیں۔ لیکن روزہ رکھ کر ان حرکتوں کا ارتکاب تو بہت بڑی جسارت اور غفلت شعاری کا عجیب مظاہرہ ہے۔ ایسے ہی لوگوں کی بابت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلاَّ الظَّمَأُ وَكَمْ مِنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلاَّ السَّهَرُ»

''کتنے ہی روزے دار ہیں جن کو سوائے پیاس کے' روزہ رکھنے سے کچھ نہیں ملتا اور کتنے ہی شب بیدار ہیں' جن کو بے خوابی کے سوا شب بیداری سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔''[1]

[1] مسند أحمد: 441/2 وسنن الدارمي، الرقائق، باب في المحافظة على الصوم، ح: 2716 وقال الألباني إسناده جيد، مشكوة للألباني: 626/1

روزے دار کے لیے کون کون سے کام جائز ہیں؟

① حالت جنابت میں سحری کھا کر روزہ رکھا جا سکتا ہے۔ تاہم نماز کے لیے غسل کرنا ضروری ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ، وَهُوَ جُنُبٌ مِّنْ أَهْلِهِ، ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَيَصُومُ»

''رسول اللہ ﷺ کو (بعض دفعہ) اس طرح فجر ہوتی کہ آپ ہم بستری کرنے کی وجہ سے جنبی ہوتے' (اسی حالت میں آپ سحری کھا لیتے) اور پھر غسل کر کے روزہ رکھ لیتے۔''[1]

② روزے دار مسواک کر سکتا ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ»

''اگر میری امت پر یہ بات گراں نہ ہوتی تو میں انھیں حکم دیتا کہ ہر نماز کے ساتھ مسواک کریں۔''[2]

نبیٔ اکرم ﷺ کا یہ فرمان عام ہے جس میں روزے دار اور غیر روزے دار دونوں شامل ہیں۔ اگر روزے کی حالت میں مسواک کرنا صحیح نہ ہوتا' تو نبیٔ کریم ﷺ اس کی ضرور وضاحت فرما دیتے اور روزے دار کو مسواک کرنے سے منع فرما دیتے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ روزے دار

① صحيح البخاري، الصوم، باب الصائم يصبح جنبا، ح: 1926 وصحيح مسلم، الصيام، باب صحة صوم من طلع عليه الفجر وهو جنب، ح: 1109

② صحيح البخاري، الجمعة، باب السواك يوم الجمعة، ح: 887 وصحيح مسلم، الطهارة، باب السواك، ح: 252

زوال سے پہلے مسواک کر لیا کرے، لیکن زوال کے بعد نہ کرے۔ لیکن یہ بے اصل بات ہے۔ ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کی تاکید ہے اور اس سے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا ہے۔ اس لیے روزے دار ہر وقت مسواک کر سکتا ہے اور مسواک ہی کی طرح ٹوتھ پیسٹ کرنا بھی جائز ہے۔

③ روزے دار کلی بھی کر سکتا ہے اور ناک میں پانی بھی ڈال سکتا ہے۔ تاہم روزے کی حالت میں ناک میں پانی ڈالنے میں احتیاط سے کام لے اور اس میں مبالغہ نہ کرے۔ جب کہ عام حالات میں اس میں مبالغہ کرنے کا حکم ہے۔ نبیٔ کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«وَبَالِغْ فِي الاِسْتِنْشَاقِ إِلاَّ أَنْ تَكُونَ صَائِمًا»

''اور ناک میں خوب اچھی طرح سانس کھینچ کر پانی ڈال، مگر جب کہ تو روزے دار ہو۔''[1]

یعنی روزے کی حالت میں ناک میں پانی ڈالنا تو جائز ہے، کہ وہ وضو کا ایک حصہ ہے، لیکن اس میں مبالغہ نہیں کرنا، یعنی سانس کھینچ کر پانی ناک کے اندر لے جانے کی کوشش نہیں کرنا۔ جب کہ روزے کی علاوہ عام حالات میں ایسا کرنے کا حکم ہے۔

④ روزے دار کے لیے بیوی کا بوسہ لینا اور اس سے مباشرت کرنا (معانقہ کرنا اور بغل گیر ہونا) جائز ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

«كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَلٰكِنَّهُ كَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ»

''نبیٔ کریم ﷺ روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا کرتے تھے اور مباشرت (معانقہ) کر لیا کرتے تھے لیکن آپ اپنی خواہش پر بہت زیادہ کنٹرول رکھنے والے تھے۔''[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اپنے جذبات اور خواہشات پر بڑا کنٹرول

---

① سنن أبي داود، الصيام، باب الصائم يصب عليه الماء من العطش......الخ، ح: 2366

② صحيح البخاري، الصوم، باب المباشرة للصائم، ح: 1927 وصحيح مسلم، الصيام، باب بيان أن القبلة في الصوم ليست محرمة على من لم تحرك شهوته، ح: 1106

تھا۔ اس لیے بیوی سے بوس و کنار کرتے وقت آپ سے یہ اندیشہ نہیں تھا کہ آپ جذبات محبت میں بے قابو ہو کر اس سے تجاوز کر جائیں گے۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ روزے کی حالت میں بیوی سے بوس و کنار اگرچہ جائز ہے۔ لیکن یہ جائز کام صرف وہی شخص کرے جس کو اپنے جذبات پر کنٹرول ہو۔ بصورت دیگر اس سے باز رہے۔ اس بات کو علماء نے اس طرح بیان کیا ہے کہ نوجوان آدمی کے لیے بیوی سے بوس و کنار کرنا مکروہ ہے اور عمر رسیدہ شخص کے لیے غیر مکروہ۔ کیونکہ نوجوان سے تجاوز کا خطرہ ہے' بوڑھے آدمی سے تجاوز کا خطرہ نہیں۔ بوس و کنار کی وجہ سے مذی نکل جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔[1]

⑤ روزے کی حالت میں ایسا ٹیکہ لگوانا جائز ہے' جس کا مقصد خوراک یا قوت کی فراہمی نہ ہو۔ بلکہ صرف بیماری کا علاج ہو۔ علاج کے لیے ٹیکہ بیرونی دوائی کی حیثیت رکھتا ہے' وہ معدے میں جاتا ہے نہ اس سے کوئی خوراک ہی حاصل ہوتی ہے۔

⑥ اسی طرح روزے کی حالت میں سینگی لگوائی جا سکتی ہے' یعنی فصد کے ذریعے سے گندا خون نکلوایا جا سکتا ہے۔ دانت نکلوایا جا سکتا ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے روزے کی حالت میں سینگی لگوائی ہے۔[2]

⑦ آنکھوں میں سرمہ لگانا اور کان یا آنکھ میں دوائی کے قطرے ڈالنا جائز ہے۔ چاہے اس کا اثر حلق میں بھی محسوس ہو۔ لیکن اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«وَلَمْ يَرَ أَنَسٌ وَالْحَسَنُ وَإِبْرَاهِيمُ بِالْكُحْلِ لِلصَّائِمِ بَأْسًا»

''حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت حسن اور حضرت ابراہیم رحمہ اللہ کے نزدیک روزے دار کے

① فقہ السنۃ' سید سابق مصری مرحوم

② صحیح البخاری' الصوم باب الحجامۃ والقیء للصائم' حدیث: 1938-1939

لیے سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"[1]

⑧ روزے دار کھانا چکھ سکتا ہے' بشرطیکہ حلق میں نہ جائے۔ اسی طرح دانتوں میں دوائی مل جا سکتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«لاَ بَأْسَ أَنْ يَّتَطَعَّمَ الْقِدْرَ أَوِ الشَّيْءَ»

"روزے دار اگر ہانڈی یا کوئی اور چیز چکھ لے' تو کوئی حرج نہیں۔"[2]

① صحيح البخاری، الصوم، باب اغتسال الصائم

② صحيح البخاری، الصوم، باب اغتسال الصائم

کن کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

① جان بوجھ کر کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ البتہ بھول چوک یا جبر سے کوئی اس کو کچھ کھلا دے' تو روزہ برقرار رہے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا نَسِيَ فَأَكَلَ وَشَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ، فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللهُ وَسَقَاهُ»

''جب کوئی بھول کر کھا پی لے' تو اس کو چاہیے کہ وہ روزہ پورا کرلے (اس کو توڑے نہیں) اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کھلایا اور پلایا ہے۔'' ①

حتیٰ کہ بھول کر بیوی سے ہم بستری بھی کر لے گا' تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (حوالہ ہائے مذکور)

② جان بوجھ کر قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ البتہ طبیعت کی خرابی سے خود بخود قے آجائے' تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ ذَرَعَهُ قَيْءٌ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ، وَإِنِ اسْتَقَاءَ فَلْيَقْضِ»

''جس کو خود قے آگئی (اس کا روزہ برقرار ہے) اس پر قضا نہیں اور اگر اس نے جان بوجھ کر قے کی' تو اس کو چاہیے کہ وہ قضا دے۔'' ②

③ بیوی سے ہم بستری کرے گا تو نہ صرف روزہ ٹوٹ جائے گا' بلکہ اس کو اس کی قضا کے ساتھ کفارہ بھی ادا کرنا پڑے گا اور وہ کفارہ ہے۔ ایک گردن آزاد کرنا' یا بلاناغہ متواتر دو مہینے

---

① صحيح البخاري، الصوم، باب الصائم إذا أكل أو شرب ناسيا، ح: 1933 وصحيح مسلم، الصيام، باب أكل الناسي وشربه وجماعه لا يفطر، ح: 1155

② سنن أبي داود، الصيام، باب الصائم يستقيء عامدًا، ح: 2380

کے روزے رکھنا یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔[1]

جو شخص عمداً کھا پی کر روزہ توڑ لے' اس کا کفارہ بھی ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یا نہیں۔ اس کی بابت اختلاف ہے۔ بعض علماء نے مذکورہ صورت پر قیاس کر کے اس کے لیے بھی مذکورہ کفاروں میں سے کوئی ایک کفارہ ضروری قرار دیا ہے۔ لیکن دوسرے علماء کے نزدیک اس کی جگہ ایک روزہ رکھ لینا اور توبہ واستغفار کر لینا کافی ہے۔ دوسری رائے ہی زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم۔

④ گلوکوز یا خون یا کوئی اور غذائی مواد کسی ذریعے سے اندر داخل کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ اس کا مقصد پیٹ کے اندر چیز کا پہنچانا ہے' جو مُفطِر ''روزہ ختم کرنے والا'' ہے۔

⑤ حیض اور نفاس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ چاہے کسی وقت بھی اس کا آغاز ہو۔

⑥ حالت بیداری میں استمناء بالید (مشت زنی) یعنی ہاتھ سے منی خارج کرنے سے یا بیوی کے ساتھ بوس وکنار کرنے سے منی کا انزال ہو جائے' تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ تاہم احتلام (خواب میں منی خارج ہو جانے) سے روزہ نہیں ٹوٹے گا' کیونکہ یہ غیر اختیاری فعل ہے۔ جب کہ پہلی صورتیں اختیاری ہیں۔

⑦ نکسیر پھوٹ جائے یا کسی اور وجہ سے خون بہہ جائے' تو اسکی کمی کو دور کرنے کیلیے خون چڑھانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ گویا جسم سے خون کا نکلنا مفسد صوم نہیں' البتہ خون چڑھانا مفسد صوم ہے۔

① صحیح بخاری' الصوم' باب اذا جامع فی رمضان ولم یکن...... ' ح : 1936

قضائے روزہ کے بعض مسائل

① جو روزے بیماری، سفر یا حیض و نفاس کی وجہ سے رہ جائیں۔ رمضان کے بعد بلا تاخیر جلد سے جلد رکھنے چاہییں۔ تاہم ان کے لیے تواتر ضروری نہیں، یعنی وقفے وقفے سے بھی وہ پورے کیے جا سکتے ہیں۔

② جس طرح کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے کچھ فرض نمازیں ہوں۔ تو ان کی ادائیگی ضروری نہیں۔ اسی طرح کوئی شخص زندگی میں روزہ رکھنے کی قوت سے محروم ہو جائے، تو اس کی طرف سے زندگی ہی میں اس کے بدلے ایک مسکین کو روزانہ کھانا کھلانا تو ضروری ہے (جیسا کہ پہلے گزرا) تاہم اس کی طرف سے روزوں کی قضا ضروری نہیں۔

③ البتہ کسی کے ذمے نذر کے روزے ہوں اور وہ زندگی میں نہ رکھ سکا ہو، تو ان کی قضاء ورثا کے لیے ضروری ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ، صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ»

''جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے روزے ہوں، تو وارث اس کی طرف سے روزے رکھے۔'' ①

اس حدیث میں فوت شدہ شخص کے ذمے رہ جانے والے روزوں کی قضائی کا جو حکم ہے۔ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے، کہ اس کا تعلق نذر کے روزوں سے ہے نہ کہ رمضان کے روزوں سے۔ تاہم بعض علماء نے اس میں دو قسم کے افراد کو اور شامل کیا ہے۔ ایک وہ بیمار جس کو رمضان کے بعد بحالت صحت روزوں کی قضا کا موقع ملا، لیکن اس نے تساہل سے کام لیا اور

---

① صحيح البخاري، الصوم، باب من مات وعليه صوم، ح: 1952 وصحيح مسلم، الصيام، باب قضاء الصيام عن الميت، ح: 1147

روزے نہ رکھے' حتیٰ کہ فوت ہو گیا۔ دوسرا وہ شخص' جس کے روزے سفر کی وجہ سے رہ گئے' رمضان کے بعد اسے روزے رکھنے کا موقع ملا' لیکن اس نے بھی تساہل کی وجہ سے روزے نہیں رکھے' حتیٰ کہ فوت ہو گیا۔ ان دونوں کے ذمے بھی فرض روزے رہ گئے جن کی ادائیگی ان کے ورثا کی ذمے داری ہے۔

بے نمازی کا روزہ مقبول نہیں:

آج مسلمانوں میں نماز جیسے اہم فریضے سے غفلت عام ہے۔ حالانکہ یہ ایسا فریضہ ہے کہ جس سے کفر و اسلام کے درمیان فرق و امتیاز ہوتا ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«اَلْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ»

''وہ عہد جو ہمارے (مسلمانوں) اور کافروں کے درمیان ہے' وہ نماز ہے' جس نے نماز کو ترک کر دیا' اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔''[1]

گویا نماز دین کا وہ ستون ہے جس پر دین اسلام کی عمارت استوار ہوتی ہے۔ لیکن مسلمان اتنی شدید غفلت میں مبتلا ہیں کہ بہت سے لوگ روزہ رکھنے کے باوجود نماز نہیں پڑھتے۔ یاد رکھیے! اس طرح روزہ رکھنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ جب بے نماز پر کفر تک کا حکم لگایا گیا ہے' تو کفر کے ساتھ روزہ رکھنے کا کیا مطلب۔ کافر کا تو کوئی عمل مقبول ہی نہیں۔ پھر بے نمازی کا روزہ کیوں کر قبول ہوگا۔

[1] مسند أحمد:346/5 وجامع الترمذي، الإيمان، باب ما جاء في ترك الصلاة، ح:2621

قیام اللیل، یعنی نماز تراویح کے بعض مسائل

① نبی کریم ﷺ ہمیشہ قیام اللیل، یعنی نماز تہجد کا اہتمام فرماتے تھے۔ لیکن ایک رمضان میں آپ نے تہجد کی یہ نماز تین دن باجماعت ادا فرمائی۔ آپ کے ساتھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی نہایت ذوق وشوق کے ساتھ تین دن یہ نماز پڑھی۔ چوتھے دن بھی صحابہ قیام اللیل کے لیے آپ کے منتظر رہے۔ لیکن آپ حجرے سے باہر تشریف نہیں لائے اور اس کی وجہ آپ نے یہ بیان فرمائی کہ مجھے یہ اندیشہ لاحق ہوگیا کہ کہیں رمضان المبارک میں یہ قیام اللیل تم پر فرض نہ کر دیا جائے۔ اس لیے اس کے بعد یہ قیام اللیل بطور نفلی نماز کے انفرادی طور پر ہوتا رہا۔ نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں یہی معمول رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت تمیم داری اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں اس قیام اللیل کا باجماعت اہتمام کریں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم پر دوبارہ اس سنت کا احیا عمل میں آیا، جسے رسول اللہ ﷺ نے خواہش کے باوجود، فرض ہو جانے کے خوف سے چھوڑ دیا تھا۔

② اس سے معلوم ہوا کہ یہ قیام اللیل فرض یا سنت مؤکدہ نہیں ہے، بلکہ اس کی حیثیت نفلی نماز کی ہے۔

③ یہ بھی معلوم ہوا کہ عہد رسالت وعہد صحابہ میں اسے قیام اللیل کہا جاتا تھا، یعنی تہجد کی نماز۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نماز تہجد کا وقت عشا کی نماز کے بعد سے لے کر رات کے آخری پہر۔ طلوع فجر تک ہے۔ اس وقت کے دوران کسی بھی وقت اسے پڑھا جا سکتا ہے۔

④ وقت کی اسی وسعت اور گنجائش کی وجہ سے اس نماز تہجد کو رمضان المبارک میں عشا کی نماز

کے فوراً بعد پڑھ لیا جاتا ہے تاکہ کم از کم رمضان میں زیادہ سے زیادہ لوگ قیام اللیل کی فضیلت حاصل کر سکیں اور اسی وجہ سے اس کی جماعت کا بھی اہتمام ہوتا ہے' کیونکہ فرداً فرداً ہر شخص کے لیے اس کا پڑھنا مشکل ہے۔

⑤ بعد میں اس قیام اللیل کو تراویح کا نام دے دیا گیا اور اسے رمضان کی مخصوص نماز سمجھا جانے لگا۔ حالانکہ یہ رمضان کے ساتھ مخصوص ہے نہ یہ رمضان کی کوئی مخصوص نماز ہی ہے۔ یہ قیام اللیل یا نماز تہجد ہی ہے جس کا پڑھنا سارا سال ہمیشہ ہی مستحب اور اہل صلاح وتقویٰ کا معمول رہا ہے۔ اس لیے اسے اول وقت میں اور باجماعت پڑھنے یا نیا نام رکھنے کی وجہ سے' تہجد سے مختلف نماز سمجھنا بالکل بے اصل اور بلا دلیل بات ہے۔

⑥ رسول اللہ ﷺ کا قیام اللیل یا نماز تہجد میں کتنی رکعت پڑھنے کا معمول تھا۔ اس کی وضاحت صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ وہ وتر کے علاوہ آٹھ رکعت اور وتر سمیت گیارہ رکعت ہے:

«مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ، وَلاَ فِي غَيْرِهِ، عَلَى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً»

''رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔''[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ وضاحت ابوسلمہ کے اس سوال پر فرمائی تھی کہ نبی ﷺ کی رمضان میں (رات کی نماز) کس طرح ہوتی تھی؟ اس سوال کے جواب میں جو کہا گیا کہ گیارہ رکعت ہی آپ ہمیشہ پڑھا کرتے تھے' تو رمضان کے ساتھ غیر رمضان کا ذکر کر کے یہ بات سمجھا دی کہ جو غیر رمضان میں آپ کی تہجد کی نماز ہوتی تھی' وہی رمضان میں آپ کی تراویح ہوتی تھی۔

نبیٔ اکرم ﷺ نے تین راتیں جو باجماعت قیام اللیل فرمایا' ان میں بھی آپ نے آٹھ

① صحیح البخاری، التھجد، باب قیام النبی باللیل فی رمضان وغیرہ، ح: 1147 وصحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ فی اللیل......الخ، ح: 739

رکعات اور تین وتر ہی پڑھائے۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت تمیم داری اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کو باجماعت تراویح پڑھانے کا جو حکم دیا' وہ بھی گیارہ رکعتوں ہی کا تھا جو صحیح سند سے ثابت ہے۔[2]

⑦ رمضان کے قیام اللیل یا تراویح میں 20 رکعتوں کا معمول سنت نبوی کے خلاف ہے اور اس کے ثبوت میں جتنی روایات پیش کی جاتی ہیں' وہ سب ضعیف ہیں۔ جس کا اعتراف علماء احناف کو بھی ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

- موطا امام محمد' باب قیام شهر رمضان' ص138 ' طبع مصطفائی 1297ھ
- نصب الراية' علامه زیلعی حنفی ' 153/2 طبع المجلس العلمی' دابھیل' سورت' بھارت
- مرقاة المفاتيح' ملاعلی قاری حنفی' 194,192/3 مکتبه امدادیه ملتان
- عمدة القاری شرح صحيح البخاری' علامة بدرالدین عینی حنفی 177/7 طبع منيريه' مصر
- فتح القدير' شرح هدايه' امام ابن همام حنفی' 334/1
- حاشية صحيح البخاری' مولانا احمد علی سهارنپوری ' 154/1
- البحرالرائق' امام ابن نُجَيم حنفی' 72/2
- حاشيه درمختار' علامة طحطاوی حنفی' 295/1
- ردالمحتار (فتاوی شامی) علامه ابن عابدين حنفی ' 495/1 طبع
- حاشيه الاشباه' سيد احمد حموی حنفی' ص 9
- شرح كنزالدقائق' علامه ابوالسعود حنفی' ص 265
- حاشيه كنزالدقائق' مولانا محمد احسن نانوتوی ' ص 36
- مراقی الفلاح' شرح نور الايضاح' ابوالحسن شرنبلالی' ص 247
- ماثبت فی السنة' شيخ عبدالحق محدث دهلوی' ص 292

---

① قيام الليل ' للمروزی' اول کتاب قيام رمضان' ص155 المكتبة الاثرية' سانگلہ ہل

② موّطا امام مالك' باب ماجاء فی قيام رمضان 115/1 طبع بيروت

- مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی رحمہ اللہ نے اپنے متعدد حواشی میں اس کی صراحت فرمائی ہے۔ مثلاً عمدۃ الرعایۃ' 207/1
- تعلیق الممجد' ص 138
- تحفۃ الاخیار' ص28 ' طبع لکھنؤ
- حاشیہ ھدایۃ ' 151/1' طبع قرآن محل کراچی
- مولانا انور شاہ کشمیری کی صراحت کے لیے ملاحظہ ہو: فیض الباری' 420/4
- العرف الشذی' ص309
- کشف الستر عن صلوۃ الوتر' ص27
- مصفی شرح موطا فارسی مع مسوی' شاہ ولی اللہ محدث دھلوی' 177/1' طبع کتب خانہ رحیمیہ' دھلی1346ھ وغیرھا من الکتب۔

ان تمام مذکورہ کتابوں میں سے بعض میں اگرچہ بعض صحابہ کے عمل کی بنیاد پر بیس (20) رکعات تراویح کا جواز یا استحباب ثابت کیا گیا ہے۔ لیکن دو باتیں سب نے متفقہ طور پر تسلیم کی ہیں کہ تراویح کی مسنون تعداد آٹھ (8) رکعات اور وتر سمیت گیارہ (11) رکعات ہی ہیں نہ کہ بیس یا اس سے زیادہ۔ دوسری بات یہ کہ بیس (20) رکعات والی حدیث بالکل ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے۔

(B) تراویح نفلی نماز ہے اور ایک مومن نوافل ادا کرتا ہے تو اس سے اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا خصوصی قرب حاصل کرنا ہوتا ہے۔ لیکن عام مساجد میں جس طرح قرآن مجید تراویح میں پڑھا اور سنا جاتا ہے اور جتنی سرعت اور برق رفتاری سے رکوع' سجود اور قومہ وغیرہ کیا جاتا ہے۔ کیا اس طرح قرآن کریم اور نماز کا حلیہ بگاڑنے سے اللہ تعالیٰ کے قرب کی توقع کی جاسکتی ہے؟ نہیں' ہرگز نہیں۔ تیزی اور روانی میں قرآن کریم کے سارے اعجاز' فصاحت و بلاغت اور اس کے انذار و تبشیر کا بیڑا غرق کر دیا جائے اور اسی طرح نماز کی ساری روح مسخ کر دی جائے اور پھر امید رکھی جائے کہ ہمیں اجر و ثواب ملے گا' اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے گا اور ہم اس کے قرب خصوصی کے مستحق ہو جائیں گے۔ یہ سراسر بھول اور فریب نفس ہے' شیطان کا بہکاوا اور اس کا وسوسہ ہے' ہماری نادانی اور جہالت ہے۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ رمضان کے قیام اللیل (تراویح) کی وہ فضیلت ہمیں حاصل ہو جو نبیِ کریم ﷺ نے بیان فرمائی ہے کہ:

«مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»

''جس نے ایمان و احتساب کے ساتھ رمضان (کی راتوں) میں قیام کیا' اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔''[1]

تو اس کے لیے ضروری ہے کہ قرآن مجید میں حسن تجوید اور ترتیل کا اور اسی طرح نمازوں میں ارکان اعتدال کا اہتمام کریں' جیسا کہ ان دونوں باتوں کی تاکید ہے۔ اس کے بغیر قرآن کا پڑھنا سننا کارثواب ہے نہ تراویح وشبینوں کے اہتمام ہی کی کوئی اہمیت ہے۔

[1] صحيح البخاري، صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، ح: 2009

صدقۃ الفطر کے ضروری مسائل

رمضان کے آخر میں صدقۃ الفطر بھی ضروری ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

«فَرَضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيرٍ، عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ، وَالذَّكَرِ وَالأُنْثَى وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلاَةِ»

"رسول اللہ ﷺ نے زکوۃ الفطر' ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو' ہر مسلمان پر' وہ غلام ہو یا آزاد' مرد ہو یا عورت' چھوٹا ہو' یا بڑا' فرض کی ہے اور آپ نے یہ بھی حکم دیا کہ اسے نمازِ عید کے لیے نکلنے سے پہلے ادا کیا جائے۔"[1]

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوئے۔

① صدقۃ الفطر کے لیے صاحب نصاب یا صاحب حیثیت ہونا ضروری نہیں ہے۔ یہ ہر مسلمان پر فرض ہے' امیر ہو یا غریب۔ غریب بھی صدقۃ الفطر ادا کرے' اللہ تعالیٰ دوسرے لوگوں کے ذریعے سے اسے اس پر پھر لوٹا دے گا۔

② یہ ہر چھوٹے بڑے حتیٰ کہ غلام اور نوکر چاکروں پر بھی فرض ہے۔ ان کے بڑے اور آقا چھوٹوں اور ماتحتوں کی طرف سے صدقۃ الفطر ادا کریں۔

③ اس کی مقدار ایک صاع حجازی ہے جو ڈھائی کلو کا ہوتا ہے۔ ہر شخص کی طرف سے ڈھائی کلو غلہ ادا کیا جائے۔ بہتر ہے کہ کوئی جنس نکالی جائے' لیکن اس کی قیمت ادا کرنا بھی جائز ہے۔

① صحيح البخاري، الزكاة، باب فرض صدقة الفطر، ح: 1503 وصحيح مسلم، الزكاة، باب زكاة الفطر على المسلمين من التمر والشعير، ح: 984

④ اس کے مستحق وہی ہیں جو زکوۃ کے مستحق ہوں، مساکین وغربا اور یتیم و بیوگان وغیرہ۔ یا دینی مدارس کے طلباء۔

⑤ اسے نماز عید کے لیے نکلنے سے پہلے ادا کیا جائے۔ بعض لوگ عیدگاہ پہنچ کر وہاں ادا کرتے ہیں، ایسا کرنا صحیح نہیں ہے۔

⑥ اسے عید سے دو تین دن قبل بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اسے عید الفطر سے ایک یا دو دن پہلے ادا کر دیا کرتے تھے۔

«كَانُوْا يُعْطُوْنَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ»[1]

① صحیح البخاری، الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر علی الحر والمملوك، ح: 1511

باب سوم

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن
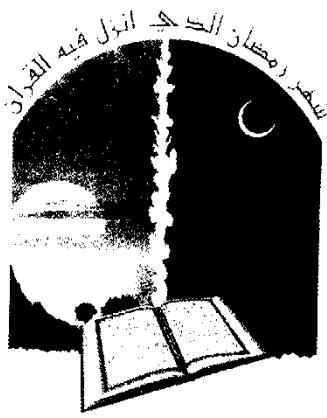
رمضان المبارک میں کرنے والے کام

ہم رمضان المبارک کا استقبال کیسے کریں؟

اللہ تعالیٰ نے اس ماہ مبارک کو بہت سے خصائص وفضائل کی وجہ سے دوسرے مہینوں کے مقابلے میں ایک ممتاز مقام عطا کیا ہے۔ جیسے:

❀ اس ماہ مبارک میں قرآن مجید کا نزول ہوا۔

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِىٓ أُنزِلَ فِيهِ ٱلْقُرْءَانُ﴾ [1]

❀ اس کے عشرۂ اخیر کی طاق راتوں میں ایک قدر کی رات (شب قدر) ہوتی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔

﴿لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝٣﴾

''شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔'' [2]

ہزار مہینے 83 سال 4 مہینے بنتے ہیں۔ عام طور پر ایک انسان کو اتنی عمر بھی نہیں ملتی۔ یہ امت مسلمہ پر اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے اسے اتنی فضیلت والی رات عطا کی۔

❀ رمضان کی ہر رات کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جہنم سے آزادی عطا فرماتا ہے۔

❀ اس میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔

❀ سرکش شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

---

① البقرۃ: 185/2

② القدر: 3/97

❀ اللہ تعالیٰ روزانہ جنت کو سنوارتا اور مزین فرماتا ہے اور پھر جنت سے خطاب کر کے کہتا ہے کہ میرے نیک بندے اس ماہ میں اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر اور مجھے راضی کر کے تیرے پاس آئیں گے۔

❀ رمضان کی آخری رات میں روزے داروں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ اگر انھوں نے صحیح معنوں میں روزے رکھ کر ان کے تقاضوں کو پورا کیا ہوگا۔

❀ جب تک روزے دار روزہ افطار نہیں کر لیتے' فرشتے ان کے حق میں رحمت و مغفرت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔

❀ روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ اور خوشگوار ہے۔

یہ اس مہینے کی چند خصوصیات اور فضیلتیں ہیں۔ اب ہمیں سوچنا ہے کہ ہم کیسے اس کا استقبال کریں۔ کیا ویسے ہی جیسے ہر مہینے کا استقبال ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں اور غفلت کیشیوں سے کرتے ہیں۔ یا اس انداز سے کہ ہم اس کی خصوصیات اور فضائل سے بہرہ ور ہو سکیں۔ اور جنت میں داخلے کے اور جہنم سے آزادی کے مستحق ہو سکیں۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس کا استقبال اس طرح کرتے ہیں کہ غفلت کے پردے چاک کر دیتے ہیں اور بارگاہِ الٰہی میں توبہ واستغفار کے ساتھ یہ عزم صادق کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس ماہ مبارک کی عظمتوں اور سعادتوں سے ایک مرتبہ پھر نوازا ہے تو ہم اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے اس کی فضیلتیں حاصل کریں گے اور اپنے اوقات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے' اعمال صالحہ بجالانے اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں سمیٹنے میں صرف کریں گے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم یہ سمجھیں کہ اس مہینے کے کون سے وہ اعمال صالحہ ہیں جن کی خصوصی فضیلت اور تاکید بیان کی گئی ہے۔

رمضان المبارک کے خصوصی اعمال و وظائف

❶ روزہ:

ان میں سب سے اہم عمل، روزہ رکھنا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:

«كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ، الْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: إِلاَّ الصَّوْمَ، فَإِنَّهُ لِيْ وَأَنَا أَجْزِيْ بِهِ، يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ (وَشَرَابَهُ) مِنْ أَجْلِي، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ، فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهِ، وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ، وَلَخَلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ»

''انسان جو بھی نیک عمل کرتا ہے، اس کا اجر اسے دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ملتا ہے۔ لیکن روزے کی بابت اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ یہ عمل (چونکہ) خالص میرے لیے ہے، اس لیے میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ (کیونکہ) روزے دار صرف میری خاطر اپنی جنسی خواہش، کھانا اور پینا چھوڑتا ہے۔ روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی اسے روزہ افطار کرتے وقت حاصل ہوتی ہے اور دوسری خوشی اسے اس وقت حاصل ہوگی جب وہ اپنے رب سے ملے گا اور روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔''[1]

---

[1] صحيح البخاری، الصوم، باب فضل الصوم، ح: 1894 و صحيح مسلم، الصيام، باب فضل الصيام، ح: 164-165 واللفظ لمسلم

ایک دوسری روایت میں نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»

''جس نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (یعنی اخلاص سے) رکھے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔'' [1]

یہ فضیلت اور اجر عظیم صرف کھانا پینا چھوڑ دینے سے حاصل نہیں ہو جائے گا' بلکہ اس کا مستحق صرف وہ روزے دار ہو گا جو صحیح معنوں میں روزوں کے تقاضے بھی پورے کرے گا۔ جیسے جھوٹ سے' غیبت سے' بدگوئی اور گالی گلوچ سے' دھوکہ فریب دینے سے اور اس قسم کی تمام بے ہودگیوں اور بدعملیوں سے بھی اجتناب کرے گا۔ اس لیے کہ فرمان نبوی ہے:

«مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَّدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ»

''جس نے جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا' تو اللہ تعالیٰ کو کوئی حاجت نہیں کہ یہ شخص اپنا کھانا پینا چھوڑے۔'' [2]

اور فرمایا:

«اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ، وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلاَ يَرْفُثْ وَلاَ يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ»

''روزہ ایک ڈھال ہے' جب تم میں سے کسی کا روزے کا دن ہو' تو وہ دل لگی کی باتیں کرے نہ شور و شغب۔ اگر کوئی اسے گالی دے یا لڑنے کی کوشش کرے تو (اس کو) کہہ

① صحيح البخاري، الصوم، باب من صام رمضان إيماناً واحتساباً ونية، ح: 1901

② صحيح البخاري، الصوم، باب من لم يدع قول الزور والعمل به في الصوم، ح: 1903

دے کہ میں تو روزے دار ہوں۔'' ①

یعنی جس طرح ڈھال کے ذریعے سے انسان دشمن کے وار سے اپنا بچاؤ کرتا ہے۔ اسی طرح جو روزے دار روزے کی ڈھال سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہوں سے بچے گا' تو اس کے لیے ہی یہ روزہ جہنم سے بچاؤ کے لیے ڈھال ثابت ہوگا۔ اس لیے جب ایک مسلمان روزہ رکھے' تو اس کے کانوں کا بھی روزہ ہو' اس کی آنکھ کا بھی روزہ ہو' اس کی زبان کا بھی روزہ ہو اور اسی طرح اس کے دیگر اعضاء و جوارح کا بھی روزہ ہو۔ یعنی اس کا کوئی بھی عضو اور جز اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال نہ ہو اور اس کی روزے کی حالت اور غیر روزے کی حالت ایک جیسی نہ ہو بلکہ ان دونوں حالتوں اور دنوں میں فرق و امتیاز واضح اور نمایاں ہو۔

● قیام اللیل:

دوسرا عمل' قیام اللیل ہے' یعنی راتوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی بارگاہ میں عجز و نیاز کا اظہار کرنا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے عباد الرحمٰن (رحمٰن کے بندوں) کی جو صفات بیان فرمائی ہیں' ان میں ایک یہ ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ﴿٦٤﴾﴾

''ان کی راتیں اپنے رب کے سامنے قیام و سجود میں گزرتی ہیں۔'' ②

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»

''جس نے رمضان (کی راتوں) میں قیام کیا ایمان کی حالت میں' ثواب کی نیت

① صحيح البخاري، الصوم، باب هل يقول: إني صائم إذا شتم، ح: 1904 وصحيح مسلم، الصيام، باب فضل الصيام، ح: 1151

② الفرقان:25/64

(اخلاص) سے‘ تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔“ [1]

راتوں کا قیام نبیٔ کریم ﷺ کا بھی مستقل معمول تھا‘ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ بھی اس کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے اور ہر دور کے اہل علم وصلاح اور اصحاب زہد وتقویٰ کا یہ امتیاز رہا ہے۔ خصوصاً رمضان المبارک میں اس کی بڑی اہمیت اور فضیلت ہے۔ رات کا یہ تیسرا آخری پہر اس لیے بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ ہر روز آسمان دنیا پر نزول فرماتا اور اہل دنیا سے خطاب کر کے کہتا ہے:

«مَنْ يَّدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ؟ مَنْ يَّسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ؟ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ»

”کون ہے جو مجھ سے مانگے‘ تو میں اس کی دعا قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے‘ تو میں اس کو عطا کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے‘ تو میں اسے بخش دوں؟“ [2]

● صدقہ وخیرات:

تیسرا عمل صدقہ وخیرات کرنا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

«كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ، وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ . . . فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيلُ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ»

”نبی ﷺ بھلائی کے کاموں میں سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے اور آپ کی

---

① صحيح البخاري، صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، ح: 2009 وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب الترغيب في قيام رمضان وهو التراويح، ح: 759

② صحيح البخاري، التهجد، باب الدعاء والصلاة من آخر الليل، ح: 1145

سب سے زیادہ سخاوت رمضان کے مہینے میں ہوتی تھی اس مہینے میں (قرآن کا دور کرنے کے لیے) آپ سے جب جبریل علیہ السلام ملتے' تو آپ کی سخاوت اتنی زیادہ اور اس طرح عام ہوتی جیسے تیز ہوا ہوتی ہے' بلکہ اس سے بھی زیادہ۔''[1]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان المبارک میں عام دنوں کے مقابلے میں صدقہ وخیرات کا زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔

صدقہ وخیرات کا مطلب ہے اللہ کی رضا جوئی کے لیے فقراء ومساکین' یتامیٰ و بیوگان اور معاشرے کے معذور اور بے سہارا افراد کی ضروریات پر خرچ کرنا اور ان کی خبر گیری کرنا۔ بے لباسوں کو لباس پہنانا' بھوکوں کو غلہ فراہم کرنا' بیماروں کا علاج معالجہ کرنا' یتیموں اور بیواؤں کی سرپرستی کرنا' معذوروں کا سہارا بننا' مقروضوں کو قرض کے بوجھ سے نجات دلا دینا اور اس طرح کے دیگر افراد کے ساتھ تعاون و ہمدردی کرنا۔

سلف صالحین میں اطعام طعام کا ذوق وجذبہ بڑا عام تھا' اور یہ سلسلہ بھوکوں اور تنگ دستوں ہی کو کھلانے تک محدود نہ تھا' بلکہ دوست احباب اور نیک لوگوں کی دعوت کرنے کا بھی شوق فراواں تھا' اس لیے کہ اس سے آپس میں پیار ومحبت میں اضافہ ہوتا ہے اور نیک لوگوں کی دعائیں حاصل ہوتی ہیں جن سے گھروں میں خیر وبرکت کا نزول ہوتا ہے۔

❹ روزے کھلوانا:

ایک عمل روزے کھلوانا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ غَيْرَ أَنَّهُ لاَ يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا»

''جس نے کسی روزے دار کا روزہ کھلوایا' تو اس کو بھی روزے دار کی مثل اجر ملے گا' بغیر

---

[1] مسلم، الفضائل، باب جوده ﷺ، ح: 2308

اس کے کہ اللہ تعالیٰ روزے دار کے اجر میں کوئی کمی کرے۔‘‘ ①

ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

«مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا أَوْ جَهَّزَ غَازِيًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ»

’’جس نے کسی روزے دار کا روزہ کھلوایا یا کسی مجاہد کو سامان حرب دے کر تیار کیا تو اس کے لیے بھی اس کی مثل اجر ہے۔‘‘ ②

❺ کثرت تلاوت:

قرآن کریم کا نزول رمضان المبارک میں ہوا‘ اس لیے قرآن کریم کا نہایت گہرا تعلق رمضان المبارک سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ماہ مبارک میں نبیٔ اکرم ﷺ جبریل امین علیہ السلام کے ساتھ قرآن کریم کا دور فرمایا کرتے تھے۔ اور صحابہ وتابعین بھی اس ماہ میں کثرت سے قرآن کریم کی تلاوت کا اہتمام کرتے تھے‘ ان میں سے کوئی دس دن میں‘ کوئی سات دن میں اور کوئی تین دن میں قرآن ختم کرلیا کرتا تھا۔ اور بعض کی بابت آتا ہے کہ وہ اس سے بھی کم مدت میں قرآن ختم کرلیتے تھے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ حدیث میں تین دن سے کم میں قرآن کریم ختم کرنے کی جو ممانعت ہے‘ اس کا تعلق عام حالات وایام سے ہے۔ فضیلت والے اوقات اور فضیلت والے مقامات اس سے مستثنیٰ ہیں۔ یعنی ان اوقات اور مقامات میں تین دن سے کم میں قرآن ختم کرنا جائز ہے۔ جیسے رمضان المبارک کے شب وروز‘ بالخصوص شب قدر ہے۔ یا جیسے مکہ ہے جہاں حج یا عمرے کی نیت سے کوئی گیا ہو۔ ان اوقات اور جگہوں میں چونکہ انسان ذکر وعبادت کا کثرت سے اہتمام کرتا ہے‘ اس لیے کثرت تلاوت بھی مستحب ہے۔ تاہم حدیث کے عموم کو ملحوظ رکھنا اور کسی بھی وقت یا جگہ کو اس سے مستثنیٰ نہ کرنا‘ زیادہ صحیح ہے۔ توجہ اور

---

① جامع الترمذی، الصوم، باب ماجاء فی فضل من فطر صائما، ح: 807

② شرح السنة، باب ثواب من فطر صائما، ح: 1819 وشعب الإیمان، الصیام، فضل فیمن فطر صائما، ح: 3953

اہتمام سے روزانہ دس پاروں کی تلاوت بھی کافی ہے' باقی اوقات میں انسان دوسری عبادات کا اہتمام کرسکتا ہے۔ یا قرآن کریم کے مطالب ومعانی کے سمجھنے میں صرف کرسکتا ہے۔ کیونکہ جس طرح تلاوت مستحب ومطلوب ہے' اسی طرح قرآن میں تدبر کرنا اور اس کے مطالب ومعانی کو سمجھنا بھی پسندیدہ اور امر مؤکد ہے۔

⑥ تلاوت قرآن میں خوف وبکا کی مطلوبیت:

قرآن کریم کو پڑھتے اور سنتے وقت انسان پر خوف اور رقت کی کیفیت بھی طاری ہونی چاہئے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب پڑھنے اور سننے والے مطالب ومعانی سے بھی واقف ہوں۔ اسی لیے قرآن کو شعروں کی سی تیزی اور روانی سے پڑھنے کی ممانعت ہے' جس کا مطلب یہی ہے کہ قرآن کو محض تاریخ وقصص کی کتاب نہ سمجھا جائے بلکہ اسے کتاب ہدایت سمجھ کر پڑھا جائے' آیات وعد ووعید اور انذار وتبشیر پر غور کیا جائے' جہاں اللہ کی رحمت ومغفرت اور اس کی بشارتوں اور نعمتوں کا بیان ہے وہاں اللہ سے ان کا سوال کیا جائے اور جہاں اس کے انذار وتخویف اور عذاب ووعید کا تذکرہ ہو' وہاں ان سے پناہ مانگی جائے۔ ہمارے اسلاف اس طرح غور وتدبر سے قرآن پڑھتے تو ان پر بعض دفعہ ایسی کیفیت اور رقت طاری ہوتی کہ بار بار وہ ان آیتوں کی تلاوت کرتے اور خوب بارگاہ الٰہی میں گڑگڑاتے۔ سننے والے بھی غور وتدبر سے سنیں تو ان پر بھی یہی کیفیت طاری ہوتی ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا: (اِقْرَأْ عَلَيَّ) ''مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ'' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

«أَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ»

''میں آپ کو پڑھ کر سناؤں۔ حالانکہ آپ پر تو قرآن نازل ہوا ہے۔''

آپ نے فرمایا:

«إِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي»

''میں اپنے علاوہ کسی اور سے سننا چاہتا ہوں''

چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۂ نساء پڑھنی شروع کر دی۔ جب وہ اس آیت پر پہنچے:

﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾

''اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ حاضر کریں گے' اور (اے محمد ﷺ) ان سب پر آپ کو گواہ بنائیں گے۔''[1]

تو آپ نے فرمایا: (حَسْبُكَ) ''بس کرو'' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔[2]

نبی ﷺ اس طرح غور وتدبر سے قرآن پڑھتے اور اس سے اثر پذیر ہوتے کہ جن سورتوں میں قیامت کی ہولناکیوں کا بیان ہے آپ فرماتے ہیں کہ انھوں نے مجھے بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کر دیا ہے۔

«شَيَّبَتْنِي هُودٌ وَّأَخَوَاتُهَا قَبْلَ الْمَشِيبِ»

''مجھے سورۂ ہود اور اس جیسی دوسری سورتوں نے بڑھاپے سے پہلے ہی بوڑھا کر دیا ہے۔''[3]

دوسری روایت میں ہے:

«شَيَّبَتْنِي هُودٌ وَّالْوَاقِعَةُ ، وَالْمُرْسَلَاتُ ، وَعَمَّ يَتَسَاءَلُونَ»

''مجھے سورۂ ہود' (اور اس جیسی دوسری سورتوں) سورۂ واقعہ' مرسلات اور عم یتساء لون نے بوڑھا کر دیا ہے۔''[4]

---

[1] النساء: 41/4

[2] صحيح بخاري' تفسير، تفسير سورة النساء' حديث: 4582

[3] المعجم الكبير للطبراني: 790/276/17، وانظر الصحيحه، ح: 955

[4] جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الواقعة، ح: 3297 وصحيح الجامع الصغير: 692/1

اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرنا اور رونا' اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: سات آدمیوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا' ان میں ایک وہ شخص ہوگا جس کی آنکھوں سے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی عظمت و ہیبت کے تصور سے آنسو جاری ہو جائیں۔

«رَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ» [1]

ایک واقعہ نبی ﷺ نے بیان فرمایا کہ پچھلی امتوں میں ایک شخص تھا' اللہ تعالیٰ نے اس کو مال و دولت سے نوازا تھا' لیکن وہ سمجھتا تھا کہ میں نے اس کا حق ادا نہیں کیا اور بہت گناہ کیے ہیں۔ چنانچہ موت کے وقت اس نے اپنے بیٹوں کو بلا کر وصیت کی کہ میری لاش جلا کر اس کی راکھ تیز ہوا میں اڑا دینا (بعض روایت میں ہے کہ سمندر میں پھینک دینا) چنانچہ اس کے بیٹوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے اس کے اجزا کو جمع کیا اور اس سے پوچھا: ''تو نے ایسا کیوں کیا؟'' اس نے کہا صرف تیرے خوف نے مجھے ایسا کرنے پر آمادہ کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرما دیا۔ [2]

بہرحال اللہ کا خوف اپنے دل میں پیدا کرنے کی سعی کرنی چاہیے اور اس کا ایک بہترین طریقہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت غور و تدبر سے کی جائے اور اس کے معانی و مطالب کو سمجھا جائے اور اللہ کی عظمت و جلالت کو قلب و ذہن میں مستحضر کیا جائے۔

---

[1] صحیح البخاری، الأذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ.....الخ، ح: 6479,660

[2] صحیح البخاری' الرقاق' باب الخوف من اللہ عزوجل' حدیث: 6481

اعتکاف

رمضان کی ایک خصوصی عبادت اعتکاف ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ اس کا بھی خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ رمضان کے آخری دس دن' رات دن مسجد کے ایک گوشے میں گزارتے اور دنیوی معمولات اور تعلقات ختم فرمادیتے۔ نبیٔ اکرم ﷺ اتنی پابندی سے اعتکاف فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ آپ اعتکاف نہ بیٹھ سکے' تو آپ نے شوال کے آخری دس دن اعتکاف فرمایا۔[1]

اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال آپ نے رمضان میں دس دن کی بجائے 20 دن اعتکاف فرمایا۔[2]

اعتکاف کے معنی ہیں ''جھک کر یک سوئی سے بیٹھ رہنا'' اس عبادت میں انسان صحیح معنوں میں سب سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کے گھر میں یکسو ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ اس کی ساری توجہ اس امر پر مرکوز رہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جائے۔ چنانچہ وہ اس گوشۂ خلوت میں بیٹھ کر توبہ واستغفار کرتا ہے۔ نوافل پڑھتا ہے' ذکر وتلاوت کرتا ہے۔ دعا والتجا کرتا ہے اور یہ سارے ہی کام عبادات ہیں۔ اس اعتبار سے اعتکاف گویا مجموعۂ عبادات ہے۔

① صحيح البخاري' الاعتكاف' باب الاعتكاف في شوال' حديث:2041

② صحيح البخاري' الاعتكاف' باب الاعتكاف في العشر الأوسط من رمضان، حديث: 2044

اعتکاف کے ضروری مسائل

اس موقع پر اعتکاف کے ضروری مسائل بھی سمجھ لینے مناسب ہیں:

① اس کا آغاز 20 رمضان المبارک کی شام سے ہوتا ہے۔ مُعْتَكِفُ ''اعتکاف کرنے والا'' مغرب سے پہلے مسجد میں آجائے اور صبح فجر کی نماز پڑھ کر مُعْتَكَفُ ''جائے اعتکاف'' میں داخل ہو۔

② اس میں بلاضرورت مسجد سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے۔

③ بیمار کی مزاج پرسی' جنازے میں شرکت اور اس قسم کے دیگر رفاہی اور معاشرتی امور میں حصہ لینے کی اجازت نہیں ہے۔

④ البتہ بیوی آکر مل سکتی ہے' خاوند کے بالوں میں کنگھی وغیرہ کرسکتی ہے۔ خاوند بھی اسے چھوڑنے کے لیے گھر تک جاسکتا ہے' اسی طرح اگر کوئی انتظام نہ ہو اور گھر بھی قریب ہو تو اپنی ضروریات زندگی لینے کے لیے گھر جاسکتا ہے۔

⑤ غسل کرنے اور چارپائی استعمال کرنے کی بھی اجازت ہے۔

⑥ اعتکاف جامع مسجد میں کیا جائے' یعنی جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہو۔

⑦ عورتیں بھی اعتکاف بیٹھ سکتی ہیں' لیکن ان کے لیے اعتکاف بیٹھنے کی جگہ مساجد ہی ہیں نہ کہ گھر۔ جیسا کہ بعض مذہبی حلقوں میں گھروں میں اعتکاف بیٹھنے کا سلسلہ ہے۔ نبی ﷺ کی ازواج مطہرات بھی اعتکاف بیٹھتی رہی ہیں اور ان کے خیمے مسجد نبوی میں ہی لگتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری میں وضاحت موجود ہے اور قرآن کریم کی آیت: ﴿وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾[1] سے بھی واضح ہے۔

---

[1] البقرہ: 187/2

اس لیے عورتوں کا گھروں میں اعتکاف بیٹھنے کا رواج بے اصل اور قرآن وحدیث کی تصریحات کے خلاف ہے۔ تاہم چونکہ یہ نفلی عبادت ہے۔ بنابریں جب تک کسی مسجد میں عورتوں کیلیے الگ مستقل جگہ نہ ہو' جہاں مردوں کی آمدورفت کا سلسلہ بالکل نہ ہو' اس وقت تک عورتوں کو مسجدوں میں اعتکاف نہیں بیٹھنا چاہیے۔

ایک فقہی اصول ہے (دَرْءُ الْمَفَاسِدِ أَوْلٰی مِنْ جَلْبِ الْمَصَالِحِ) ''یعنی خرابیوں سے بچنا اور ان کے امکانات کو ٹالنا بہ نسبت مصالح حاصل کرنے کے' زیادہ ضروری ہے۔'' اس لیے جب تک کسی مسجد میں عورت کی عزت وآبرو محفوظ نہ ہو' وہاں اس کے لیے اعتکاف بیٹھنا مناسب نہیں۔

لیلۃ القدر

لیلۃ القدر' جس کی یہ فضیلت ہے کہ ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے' یہ بھی رمضان کے آخری عشرے کی پانچ طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہوتی ہے۔ اور اسے مخفی رکھنے میں بھی یہی حکمت معلوم ہوتی ہے کہ ایک مومن اس کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے پانچوں راتوں میں اللہ تعالیٰ کی خوب عبادت کرے۔ نبی ﷺ نے اس کی فضیلت میں بیان فرمایا ہے:

«مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»

''جس نے شب قدر میں قیام کیا (یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی) اس کے پچھلے گناہ معاف کردیے جائیں گے۔''[1]

اسی طرح نبیٔ کریم ﷺ نے اسے تلاش کرنے کی تاکید بھی فرمائی ہے۔ فرمایا:

«إِنِّي أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، وَإِنِّي نَسِيتُهَا (أَوْ أُنْسِيتُهَا) فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الأَوَاخِرِ مِنْ كُلِّ وِتْرٍ»

[1] صحیح البخاری، فضل لیلۃ القدر، باب فضل لیلۃ القدر، ح: 2014

”مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی تھی' لیکن (اب) اسے بھول گیا (یا مجھے بھلا دیا گیا) پس تم اسے رمضان کے آخری دنوں کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔“ ①

یعنی ان طاق راتوں میں خوب اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو' تاکہ تم لیلۃ القدر کی فضیلت پاسکو۔

آخری عشرے میں نبی ﷺ کا معمول: یہ بات واضح ہے کہ رمضان کے آخری عشرے میں ہی اعتکاف کیا جاتا ہے اور اسی عشرے کی طاق راتوں میں سے ایک رات 'لیلۃ القدر بھی ہے' جس کی تلاش و جستجو میں ان راتوں کو قیام کرنے اور ذکر و عبادت میں رات گذارنے کی تاکید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اس عشرۂ اخیر میں عبادت کے لیے خود بھی کمر کس لیتے اور اپنے گھر والوں کو بھی حکم دیتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ، أَحْيَا اللَّيْلَ وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ، وَجَدَّ، وَشَدَّ الْمِئْزَرَ»

”رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو آپ رات کا بیشتر حصہ جاگ کر گزارتے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے اور (عبادت میں) خوب محنت کرتے اور کمر کس لیتے۔“ ②

ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الأَوَاخِرِ، مَا لاَ يَجْتَهِدُ فِيْ غَيْرِهِ»

”رسول اللہ ﷺ آخری عشرے میں جتنی محنت کرتے تھے' اور دنوں میں اتنی محنت نہیں کرتے تھے۔“ ③

---

① صحیح مسلم، الصیام، باب فضل لیلة القدر والحث علی طلبها......الخ، ح: 1167

② صحیح مسلم، الاعتکاف، باب الاجتهاد فی العشر الأواخر من شهر رمضان، ح: 1174

③ صحیح مسلم، الاعتکاف، باب الاجتهاد فی العشر الأواخر ...... ح: 1175

اس محنت اور کوشش سے مراد ذکر وعبادت کی محنت اور کوشش ہے۔ اس لیے ہمیں بھی ان آخری دس دنوں میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے ذکر وعبادت اور توبہ واستغفار کا خوب خوب اہتمام کرنا چاہیے۔

❁ **لیلۃ القدر کی خصوصی دعا:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا' اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ لیلۃ القدر ہے' تو میں کیا پڑھوں۔ آپ نے فرمایا: یہ دعا پڑھو:

«اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي»

''اے اللہ! تو بہت معاف کرنے والا ہے' معاف کرنا تجھے پسند ہے' پس تو مجھے معاف فرما دے۔''[1]

رمضان المبارک میں عمرہ کرنا

رمضان المبارک میں عمرہ کرنے کی بھی بڑی فضیلت ہے۔ نبیٔ کریم ﷺ نے ایک عورت سے فرمایا:

«فَإِذَا كَانَ رَمَضَانُ اعْتَمِرِي فِيهِ، فَإِنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ حَجَّةٌ»[2]

اور بخاری کی دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: «حَجَّةً مَعِيَ»

اس مقام پر اس عورت کا نام بھی ام سنان انصاریہ بیان کیا گیا ہے۔ آپ نے اس سے فرمایا: جب رمضان آئے تو اس میں عمرہ کرنا' اس لیے کہ رمضان میں عمرہ کرنا' حج کے یا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔''[3]

---

① جامع الترمذی، الدعوات، باب فی فضل سؤال العافیة والمعافاة، ح: 3513

② صحیح البخاری، العمرة، باب عمرة فی رمضان، ح: 1782 وصحیح مسلم، الحج، باب فضل العمرة فی رمضان، ح: 1256

③ صحیح البخاری، جزاء الصید، باب حج النساء، ح: 1863

✿ نبی ﷺ کا ایک معمول یہ بھی تھا کہ آپ اکثر فجر کی نماز پڑھ کر اپنے مصلے پر تشریف رکھتے یہاں تک کہ سورج خوب چڑھ آتا۔

«أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ جَلَسَ فِي مُصَلَّاهُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسَنًا» [1]

ایک اور حدیث میں نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ فِي جَمَاعَةٍ، ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللهَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، كَانَتْ لَهُ كَأَجْرِ حَجَّةٍ وَّعُمْرَةٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ تَامَّةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ»

''جس نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی' پھر (مسجد میں) بیٹھا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہا' یہاں تک کہ سورج نکل آیا' پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھی' تو اس کو ایک حج اور عمرے کی مثل اجر ملے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پورے حج وعمرے کا' پورے حج وعمرے کا' پورے حج وعمرے کا۔'' [2]

یہ فضیلت عام ہے' رمضان اور غیر رمضان دونوں حالتوں میں مذکورہ دو رکعتوں کی وہ فضیلت ہے جو اس میں بیان کی گئی ہے۔ اسے اعمال رمضان میں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ عام دنوں میں تو ہر مسلمان کیلیے اس فضیلت کا حاصل کرنا مشکل ہے۔ تاہم رمضان میں' جب کہ نیکی کرنے کا جذبہ زیادہ قوی اور ثواب کمانے کا شوق فراواں ہوتا ہے' اس لیے رمضان میں تو یہ فضیلت حاصل کرنے کی کوشش ضرور کرنی چاہیے۔

---

① صحیح مسلم، المساجد، باب فضل الجلوس فی مصلاہ بعد الصبح وفضل المساجد، ح: 670

② جامع الترمذی، الجمعة، باب ما ذکر مما یستحب من الجلوس...... الخ، ح: 586 وحسنه الألبانی فی تعلیق المشکوٰۃ: 306/1، باب الذکر بعد الصلوٰۃ

کثرت دعا

قرآن مجید میں اللہ نے رمضان کے احکام و مسائل کے درمیان دعا کی ترغیب بیان کی ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿١٨٦﴾﴾

''جب میرے بندے آپ سے میری بابت پوچھیں' تو میں قریب ہوں' پکارنے والے کی پکار کو قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھ کو پکارے' لوگوں کو چاہیے کہ وہ بھی میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔''[1]

اس سے علماء اور مفسرین نے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی منشا اس انداز بیان سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ رمضان المبارک میں دعاؤں کا بھی خصوصی اہتمام کیا جائے' کیونکہ روزہ ایک تو اخلاص عمل کا بہترین نمونہ ہے۔ دوسرے' روزے کی حالت میں انسان نیکیاں بھی زیادہ سے زیادہ کرتا ہے' راتوں کو اٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا اور توبہ واستغفار بھی کرتا ہے۔ اور یہ سارے عمل انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والے ہیں۔

اس لیے اس مہینے میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی خوب کی جائیں' خصوصاً افطاری کے وقت اور رات کے آخری پہر میں' جب اللہ تعالیٰ خود آسمان دنیا پر نزول فرما کر لوگوں سے کہتا ہے کہ مجھ سے مانگو میں تمھاری دعائیں قبول کروں گا۔ تاہم قبولیت دعا کے لیے ضروری ہے کہ دعا کے آداب و شرائط کا بھی اہتمام کیا جائے۔ جیسے:

❀ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور نبی ﷺ پر درود کا اہتمام۔ ❀ حضور قلب اور خشوع کا اظہار۔ ❀ اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد و یقین۔ ❀ تسلسل و تکرار سے دعا کرنا اور جلد بازی سے گریز۔ ❀ صرف حلال کمائی پر قناعت اور حرام کمائی سے اجتناب' وغیرہ۔

---

[1] البقرۃ: 186/2

اس سلسلے میں چند ارشادات ملاحظہ ہوں۔ نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا:

«أُدْعُوا اللهَ وَأَنْتُمْ مُوْقِنُونَ بِالإِجَابَةِ، وَاعْلَمُوا أَنَّ اللهَ لاَ يَسْتَجِيْبُ دُعَاءً مِّنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لاَهٍ»

''اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا کرو کہ تمھیں یہ یقین ہو کہ وہ ضرور دعا قبول فرمائے گا اور یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ غافل، بے پروا دل سے نکلی ہوئی دعا قبول نہیں فرماتا۔''①

ایک اور حدیث میں فرمایا:

«لاَ يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي إِنْ شِئْتَ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِي إِنْ شِئْتَ، لِيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ فَإِنَّهُ لاَ مُسْتَكْرِهَ لَهُ»

''جب تم میں سے کوئی دعا کرے، تو اس طرح دعا نہ کرے: ''اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے معاف کر دے، اگر تو چاہے تو رحم فرما'' بلکہ پورے یقین، اذعان اور الحاح واصرار سے دعا کرے۔ اس لیے کہ اسے کوئی مجبور کرنے والا نہیں۔''②

ایک حدیث میں فرمایا:

«لاَ يَزَالُ يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ أَوْ قَطِيعَةِ رَحِمٍ، مَالَمْ يَسْتَعْجِلْ، قِيلَ: يَارَسُولَ اللهِ! مَا الاِسْتِعْجَالُ؟ قَالَ: يَقُولُ: قَدْ دَعَوْتُ، وَقَدْ دَعَوْتُ، فَلَمْ أَرَ يَسْتَجِيبُ لِيْ، فَيَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذٰلِكَ، وَيَدَعُ الدُّعَاءَ»

''بندے کی دعا ہمیشہ قبول ہوتی ہے، جب تک وہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ ہو اور جلد بازی بھی نہ کی جائے۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! جلد بازی کا مطلب کیا ہے؟ آپ نے

---

① جامع الترمذی، الدعوات، باب فی إیجاب الدعاء بتقدیم الحمد والثناء......الخ، ح: 3479

② صحیح البخاری، الدعوات، باب لیعزم المسألة فإنه لا مکره له، ح: 6339 وصحیح مسلم، الذکر والدعاء......، باب العزم بالدعاء ولا یقل إن شئت، ح: 2679

فرمایا: وہ کہتا ہے' میں نے دعا کی اور بار بار دعا کی۔ لیکن ایسا نظر آتا ہے کہ میری دعا قبول نہیں ہوئی۔ چنانچہ اس کے نتیجے میں وہ سست اور مایوس ہو جاتا اور دعا کرنا چھوڑ بیٹھتا ہے۔"①

نبیٔ کریم ﷺ نے ایک آدمی کا ذکر فرمایا جو لمبا سفر کرتا ہے' پراگندہ حال' گرد وغبار میں اٹا ہوا اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرتا اور کہتا ہے:

«يَارَبِّ يَارَبِّ! وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ؟»

"اے رب! اے رب! (کرتے ہوئے دعا کرتا ہے) حالانکہ اس کا کھانا حرام کا ہے' اس کا پینا حرام کا ہے اور اس کا لباس بھی حرام کا ہے' حرام کی غذا ہی اس کی خوراک ہے' تو ایسے شخص کی دعا کیوں کر قبول ہو سکتی ہے؟"②

مذکورہ احادیث سے ان آداب وشرائط کی وضاحت ہو جاتی ہے جو اس عنوان کے آغاز میں بیان کیے گئے ہیں۔ ان آداب وشرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے دعا کی جائے تو یقیناً وہ دعا قبول ہوتی ہے یا اس کے عوض کچھ اور فوائد انسان کو حاصل ہو جاتے ہیں۔ جیسے ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدْعُو بِدَعْوَةٍ لَيْسَ فِيهَا إِثْمٌ وَّلَا قَطِيعَةُ رَحِمٍ إِلَّا أَعْطَاهُ اللهُ بِهَا إِحْدٰى ثَلَاثٍ، إِمَّا أَنْ تُعَجَّلَ لَهُ دَعْوَتُهُ، وَإِمَّا أَنْ يَّدَّخِرَهَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ وَإِمَّا أَنْ يَصْرِفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا، قَالُوْا: إِذَنْ نُكْثِرَ، قَالَ: اللهُ أَكْثَرُ»

① صحیح البخاری، الدعوات، باب یستجاب للعبد ما لم یعجل، ح: 6340 وصحیح مسلم، الذکر والدعاء، باب بیان أنه یستجاب للداعی مالم یعجل...... الخ، ح: 2735 واللفظ لمسلم

② صحیح مسلم، الزکاۃ، باب قبول الصدقة من الکسب الطیب وتربیتها، ح: 1015

''جو مسلمان بھی کوئی دعا کرتا ہے۔ بشرطیکہ وہ گناہ اور قطع رحمی کی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے دعا کی وجہ سے تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور عطا کرتا ہے' یا تو فی الفور اس کی دعا قبول کر لی جاتی ہے' یا اللہ تعالیٰ اس کو اس کے لیے ذخیرۂ آخرت بنا دیتا ہے یا اس سے اس کی مثل اس کو پہنچنے والی برائی کو دور کر دیتا ہے۔ یہ سن کر صحابہ نے کہا: تب تو ہم خوب دعائیں کیا کریں گے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے پاس بھی بہت خزانے ہیں۔''[1]

❁ **ایک دوسرے کے حق میں غائبانہ دعا کی فضیلت:** انسان کو صرف اپنے ہی لیے دعا نہیں کرنی چاہیے' بلکہ اپنے دوست احباب اور خویش واقارب کے حق میں پر خلوص دعائیں کرنی چاہییں۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لأَخِيهِ ـ بِظَهْرِ الْغَيْبِ ـ مُسْتَجَابَةٌ، عِنْدَ رَأْسِهِ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ، كُلَّمَا دَعَا لأَخِيهِ بِخَيْرٍ، قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهِ: آمِينَ، وَلَكَ بِمِثْلٍ»

''مسلمان کی اپنے (مسلمان) بھائی کے حق میں غائبانہ دعا' قبول ہوتی ہے۔ اس کے سر پر ایک مقررہ فرشتہ ہوتا ہے' جب بھی وہ اپنے بھائی کے لیے دعائے خیر کرتا ہے' تو اس پر مقررہ فرشتہ کہتا ہے' آمین (اے اللہ! اس کی دعا قبول فرمالے) اور تجھے بھی اس کی مثل اللہ دے۔''[2]

❁ **بد دعا سے اجتناب کیا جائے:** انسان فطرتاً کمزور اور جلد باز ہے' اس لیے جب وہ کسی سے تنگ آ جاتا ہے تو فوراً بد دعائیں دینی شروع کر دیتا ہے حتیٰ کہ اپنی اولاد کو اور اپنے آپ کو بھی بد دعائیں دینے سے گریز نہیں کرتا۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لاَ تَدْعُوا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ، وَلاَ تَدْعُوا عَلٰى أَوْلاَدِكُمْ، وَلاَ

---

① مسند أحمد: 18/3

② صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب فضل الدعاء بظهر الغيب، ح: 2733

تَدْعُوا عَلٰى أَمْوَالِكُمْ، لَا تُوَافِقُوا مِنَ اللّٰهِ سَاعَةً يُسْأَلُ فِيهَا عَطَاءٌ فَيَسْتَجِيبُ لَكُمْ»

''اپنے لیے بددعا نہ کرو' اپنی اولاد کے لیے بددعا نہ کرو' اپنے مال اور کاروبار کے لیے بددعا نہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھاری بددعا ایسی گھڑی کے موافق ہو جائے' جس میں اللہ تعالیٰ انسان کو وہ کچھ عطا فرما دیتا ہے جس کا وہ سوال کرتا ہے' اور یوں وہ تمھاری بددعائیں تمھارے ہی حق میں قبول کر لی جائیں۔'' ①

❁ **مظلوم کی آہ سے بچو:** یہ بھی ضروری ہے کہ مسلمان' دوسرے مسلمان بلکہ کسی بھی انسان پر ظلم نہ کرے۔ اس لیے کہ مظلوم کی بددعا فوراً عرش پر پہنچتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ، فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ»

''مظلوم کی بددعا سے بچو' اس لیے کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی آڑ نہیں ہوتی۔'' ②

❁ **حق تلفیوں کا ازالہ اور گناہوں سے اجتناب کریں:** یہ مہینہ توبہ و استغفار اور اللہ کی رحمت و مغفرت کا مہینہ ہے۔ یعنی اس میں ایک مسلمان کثرت سے توبہ و استغفار کرتا ہے' اور توبہ و استغفار سے حقوق اللہ تعالیٰ میں روا رکھی گئی کوتاہیاں تو شاید اللہ معاف فرما دے۔ لیکن حقوق العباد سے متعلق کوتاہیاں اس وقت تک معاف نہیں ہوں گی' جب تک دنیا میں ان کا ازالہ نہ کر لیا جائے۔ مثلاً کسی کا حق غصب کیا ہے تو اسے واپس کیا جائے۔ کسی کو سب و شتم یا الزام و بہتان کا نشانہ بنایا ہے تو اس سے معافی مانگ کر اسے راضی کیا جائے' کسی کی زمین یا کوئی اور جائیداد

① صحیح مسلم، الزهد والرقائق، باب حديث جابر الطويل، وقصة أبي اليسر، ح: 3009

② صحیح البخاری، الزكاة، باب أخذ الصدقة من الأغنياء......الخ، ح: 1496 وصحيح مسلم، الإيمان، باب الدعاء إلى الشهادتين وشرائع الاسلام، ح: 19

ہتھیائی ہے تو وہ اسے لوٹا دے۔ جب تک ایک مسلمان اس طرح تلافی اور ازالہ نہیں کرے گا' اس کی توبہ کی کوئی حیثیت نہیں۔ اسی طرح وہ کسی اور معاملے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کا ارتکاب کر رہا ہے۔ مثلاً رشوت لیتا ہے' سود کھاتا ہے' حرام اور ناجائز چیزوں کا کاروبار کرتا ہے' یا کاروبار میں جھوٹ اور دھوکے سے کام لیتا ہے' تو جب تک ان گناہوں اور حرکتوں سے بھی انسان باز نہیں آئے گا اس کی توبہ بے معنی اور مذاق ہے۔

اسی طرح اس مہینے میں یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت عام ہوتی ہے۔ لیکن اس کے مستحق وہی مومن قرار پاتے ہیں جنہوں نے گناہوں کو ترک کر کے اور حقوق العباد ادا کر کے خالص توبہ کر لی ہوتی ہے۔ دوسرے لوگ تو اس مہینے میں بھی رحمت و مغفرت الٰہی سے محروم رہ سکتے ہیں۔

❁ **اپنے دلوں کو باہمی بغض و عناد سے پاک کریں:** اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کا مستحق بننے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم آپس میں اپنے دلوں کو ایک دوسرے کی بابت بغض و عناد سے پاک کریں' قطع رحمی سے اجتناب کریں اور اگر ایک دوسرے سے دنیوی معاملات کی وجہ سے بول چال بند کی ہوئی ہے تو آپس میں تعلقات بحال کریں۔ ورنہ یہ قطع رحمی' ترک تعلق اور باہم بغض و عناد بھی مغفرت الٰہی سے محرومی کا باعث بن سکتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الإِثْنَيْنِ، وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لاَّ يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا، إِلاَّ رَجُلٌ كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ، فَيُقَالُ: أَنْظِرُوا هٰذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا، أَنْظِرُوا هٰذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا، أَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا»

''پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ہر اس بندے کو معاف کر دیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک [illegible] سوائے اس آدمی کے کہ اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان دشمنی [illegible] کہا جاتا ہے کہ

جب تک یہ باہم صلح نہ کرلیں اس وقت تک ان کی مغفرت کے معاملے کو مؤخر کردو۔ صلح کرنے تک ان کے معاملے کو مؤخر کردو۔ ان کے باہم صلح کرنے تک ان کے معاملے کو مؤخر کردو۔'' [1]

اس حدیث سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپس میں بغض وعناد اور ترک تعلق کتنا بڑا جرم ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے تین دن سے زیادہ بول چال بند رکھنے اور تعلق ترک کیے رکھنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں فرمایا:

«لاَ يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلاَثٍ ، فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلاَثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ»

''کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی بھائی سے تین دن سے زیادہ تعلق منقطع کیے رکھے۔ اور جس نے تین دن سے زیادہ تعلق توڑے رکھا اور اسی حال میں اس کو موت آ گئی' تو وہ جہنمی ہے۔'' [2]

اسی طرح قطع رحمی کا جرم ہے' یعنی رشتے داروں سے رشتے ناطے توڑ لینا' ان سے بدسلوکی کرنا اور ان سے تعلق قائم نہ رکھنا۔ ایسے شخص کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لاَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ»

''قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔'' [3]

اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام اعمال سے بچائے جو جنت میں جانے سے رکاوٹ بن سکتے ہیں اور ایسے اعمال کرنے کی توفیق سے نوازے جو ہمیں رحمت [illegible] ادیں۔ (آمین)

[illegible] زمین یا کوئی او [illegible]

---

① صحیح مسلم، البر والصلۃ والأدب، باب النھی عن الشحـ [illegible] 25[illegible]

[illegible] د، الأد [illegible] ، باب ف [illegible] رۃ الرجل أخاہ ح: 4914

[illegible] وقال الألبانی [illegible] تحقیق المشکوۃ: 3/[illegible]0

③ صحیح مسلم [illegible] باب صلۃ [illegible] رحم وتحریم قطیعـ [illegible] ، ح: 2556

یہ کتاب دیکھنے میں ایک مختصر کتاب ہے

لیکن اختصار کے باوجود اس میں اتنی جامعیت ہے کہ

① اس میں روزے کے تمام ضروری اور اہم مسائل کا بیان ہے۔

② احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں روزوں کی فضیلت کی تفصیل ہے۔

③ رمضان سے متعلق مشہور ضعیف احادیث کی وضاحت ہے۔

④ روزے کے فوائد و ثمرات کا تذکرہ ہے، یعنی تقویٰ کیا ہے جو روزوں سے انسان کے اندر پیدا ہوتا ہے؟ روزوں سے تقویٰ کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ اور تقویٰ سے کیا فوائد و ثمرات حاصل ہوتے ہیں؟

⑤ قیام اللیل یعنی نماز تراویح کے مسائل اور اس کی تعداد کی تحقیق ہے جو قابل مطالعہ ہے۔

⑥ صدقۃ الفطر کے ضروری مسائل کی تفصیل ہے۔

⑦ رمضان المبارک کے خصوصی اعمال و وظائف کا بیان ہے۔

⑧ اعتکاف کے مسائل اور لیلۃ القدر کے فضائل کی وضاحت ہے۔

اس اعتبار سے یہ کتاب بلاشبہ ''بقامت کہتر بہ قیمت مہتر'' کے مصداق اور اس لائق ہے کہ ہر مسلمان اس کا مطالعہ کرے اور رمضان المبارک کے فیوض و برکات سے اپنا دامن بھرنے اور رحمت و مغفرتِ الٰہی کا مستحق بننے کی کوشش کرے۔

ISBN: 9960-897-09-5
9 789960 897097

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور
کراچی • لندن • ہیوسٹن • نیویارک
DARUSSALAM